اتباع الرسول ﷺ بصحیح المعقول

تالیف

شیخ الاسلام احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ علیہ الرحمۃ

ترجمہ

عبدالرحمن عزیز

بی اے فاضل عربی فارسی اردو

مجلس معارف ابن تیمیہ

شاکر کالونی چیچہ وطنی ضلع ساہیوال

040-5485562,0301-6925304

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اتباع الرسول ﷺ
بصحیح المعقول

تالیف:

شیخ الاسلام احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ علیہ الرحمۃ

ترجمہ:

عبدالرحمن عزیز

بی اے فاضل عربی، فارسی، اُردو

منشورات

مجلس معارف ابن تیمیہ

شاکر کالونی چیچہ وطنی ضلع ساہیوال

040-5485562,0301-6925304

نام کتاب		اتباع الرسول ﷺ بصحیح المعقول
باہتمام	----------------	عتیق الرحمان عزیز
کمپوزنگ	----------------	نعمت اللہ تبسم
طبع اول	----------------	مئی 2011ء
تعداد	----------------	1100
قیمت	----------------	

ملنے کے پتے

رحمٰن ایجوکیشنل کمپلیکس

رحمٰن روڈ' شاکر کالونی' چیچہ وطنی' ضلع ساہیوال

فون 040-5485562-0301-6925304

اسلامی کتب خانہ' ڈاک خانہ بازار' چیچاوطنی' ضلع ساہیوال

0346-7467125,0301-4085081

مکتبہ اہل حدیث' امین پور بازار فیصل آباد

041-2629292,2624007

اسٹاکسٹ

مکتبہ محمدیہ قذافی سٹریٹ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

E:mail;maktabah_muhammadia@yahoo.com

&maktabah_m@hotmail.com

Ph.:042-37114650,Mob.: 0300- 4826023

فہرست

سچ تو یہ ہے کہ متاخرین میں یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے صرف حضرت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ان کے ارشد تلامذہ میں علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کے لیے مخصوص کر دی تھی کہ حقائق و معارف کتاب وسنت کے جمالِ حقیقی کو بے نقاب کر دیں۔ موجودہ زمانے میں سب سے بڑا خوش نصیب انسان وہ ہے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ ان مصلحین حقیقی کے فہم و درس کے لیے کھول دے کہ ان کا نورِ علم مشکوٰۃ نبوت سے براہِ راست ماخوذ تھا۔

(مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ تفسیر سورۃ التین)

تعارف

حضرت مولانا عبدالرحمن عزیز رحمہ اللہ نے ۱۷ ستمبر ۱۹۲۹ء کو ضلع فیروز پور کے گاؤں جھنڈا بگا تحصیل زیرہ میں ایک عالم دین کے گھر آنکھ کھولی۔ آپ کے والد محترم مولانا عبداللہ فیروز پوری ایک نامور عالم دین اور شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے، آپ دہلی کے سند یافتہ تھے اور آپ نے مختلف مدارس میں پڑھانے کے ساتھ ساتھ جامعہ سلفیہ میں بھی دینی تعلیم کی ضیا پاشیاں بکھیریں۔ آپ اپنے عہد کے ایک نامور عالم دین تھے، ان کے شاگرد آج بھی ملک کے مختلف حصوں میں تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ایک عالم دین کے گھر پیدا ہونے کی وجہ سے آپ کی ابتدائی دینی تعلیم وتربیت آپ کے والد محترم مولانا عبداللہ رحمہ اللہ نے کی۔ آپ اپنے والدین کی سب سے بڑی اولاد تھے۔ آپ نے وفاق المدارس سلفیہ سے ایم۔اے کی سند حاصل کی اور پنجاب یونیورسٹی سے فاضل عربی، اردو اور فارسی کا امتحان اعلیٰ نمبروں میں پاس کیا۔ بعد ازاں مختلف جگہوں پر بحیثیت معلم اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے، آپ سے ہزاروں طلباء نے فیض حاصل کیا اور آج اہم عہدوں پر اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

خطابت:

تمام عمر آپ نے اپنے آبائی گاؤں چک نمبر 51/12L میں فی سبیل اللہ خطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔ آپ کو بڑے بڑے جلسوں اور کانفرنسوں میں مدعو کیا جاتا تھا، آپ نے گیارہ مرتبہ مملکت سعودی عربیہ کا تبلیغی دورہ بھی کیا اور بفضل اللہ تعالیٰ سات حج اور کئی عمروں کی سعادت حاصل کی۔ سعودی عرب اور کویت کے نامور علماء کرام سے بھی آپ کی خط وکتابت رہی، اور بہت سے علماء کرام سے بالمشافہ ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا۔

دینی مدرسے کا سنگ بنیاد:

۱۹۷۳ء کے اوائل میں چیچہ وطنی کے گاؤں 51/12L میں مجلس معارف ابن تیمیہ کے قیام کے بعد ۱۹۷۵ء میں ایک دینی مدرسے کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جو کہ بعد ازاں چیچہ وطنی شہر میں ۲۰۰۰ء میں منتقل کر دیا گیا تا کہ زیادہ سے زیادہ تشنگانِ علم اپنی علمی پیاس بجھا سکیں۔

تصانیف:

آپ کو قرآن و حدیث کی تبلیغ و اشاعت کا بے حد شوق تھا، جس کی تکمیل کے لیے آپ نے ایک ادارہ بھی قائم کیا ہوا تھا۔ مجلس معارف ابن تیمیہ کے زیر اہتمام آپ نے تصنیف و تالیف کا کام شروع کیا اور مختلف موضوعات پر مضامین بڑے احسن پیرائے میں تحریر کیے۔

آپ کی تصانیف اردو، عربی اور انگریزی زبان میں طبع کر کے ہزاروں کی تعداد میں ملک بھر میں تقسیم کی گئیں اور سعودی عرب کے جید علماء کرام کو بھی بھجوائی گئیں۔ کتاب التوحید جو کہ امام محمد بن عبدالوہاب کی تصنیف ہے اس کا اردو اور انگریزی ترجمہ کر کے لوگوں میں مفت تقسیم کی۔

عقیدۃ الواسطیہ، کتاب الوسیلہ اور الجواب الباہر فی زوار المقابر کے خود تراجم کر کے لوگوں میں ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم کیے۔ بچوں میں نماز کی ترغیب کے لیے باتصاویر کتابچہ شائع کیا جو کہ بیک وقت اردو عربی اور انگریزی زبان میں طبع کیا گیا۔

جماعتی وابستگی:

پاکستان کے نامور علمائے کرام سے آپ کا بہت قریبی تعلق رہا اور آپ ابتدا ہی سے مرکزی جمعیت اہلحدیث کے ساتھ وابستہ رہے۔ آپ ضلع ساہیوال میں بھی اہم جماعتی عہدوں پر فائز رہے۔

عادات وخصائل:

آپ انتہائی ملنسار، بااخلاق اور دھیمے مزاج کے مالک تھے۔ آپ کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا اور تمام لوگ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے کبھی کسی کو اپنی ذات کے حوالے سے کوئی تکلیف نہ دی۔ آپ نے خاندان کے سربراہ کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں کو خوب نبھایا۔ بچپن میں یتیم ہونے والے بھائی اور بہن کی باپ بن کر پرورش کی۔ اور ان کو کبھی باپ کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ آپ کا انداز تکلم اس قدر دھیما اور نرم لب و لہجے کا حامل ہوتا تھا کہ مخاطب آپ کی گفتگو کا اسیر ہو کر رہ جاتا۔

بیماری اور وفات:

آپ کچھ سالوں سے شوگر کے مرض میں مبتلا تھے، جب بیماری نے زیادہ غلبہ کیا تو آپ کو ہسپتال داخل کروا دیا گیا آپ بحالت مرض میں بھی خطبہ جمعہ دیتے رہے، جب طبیعت ذرا سنبھلی

تو جمعرات کو ہسپتال سے گھر منتقل ہو گئے اور اگلے دن جمعہ کی نماز پڑھانے مسجد میں تشریف لے گئے اور یہ جمعہ ان کی زندگی کا آخری جمعہ ثابت ہوا۔

جمعہ کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد آپ دوبارہ منبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا:

''شاید کہ میں اگلا جمعہ نہ پڑھا سکوں، اگر کسی نے مجھ سے کسی قسم کا کوئی قرض لینا ہو یا مجھ سے ناراض ہو تو میں اس کو اس کا قرض لوٹا دوں گا اور میں اس سے معافی مانگتا ہوں اور جس نے مجھ سے کوئی زیادتی کی ہو تو میں اللہ کے لیے اسے معاف کرتا ہوں۔''

بعد ازاں اسی جمعہ کی رات کو آپ کافی تکلیف میں مبتلا ہو گئے اور آئندہ جمعرات تک زندہ رہے۔ اس دوران بیماری کی شدید حالت میں بھی آپ نے کثرت سے استغفار کا ورد کیا اور بالآخر جمعہ کی صبح بوقت نماز فجر ۱۰ جنوری ۱۹۹۷ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
شجرۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

آپ کا نماز جنازہ حافظ عبدالستار 7/8-AR کرملی والے نے پڑھایا جو کہ آپ کے والد بزرگوار کے شاگرد ہیں اور انہوں نے ہی آپ کے والد محترم (اور اپنے استاد محترم) کی وصیت کے مطابق ان کا جنازہ پڑھایا تھا۔ علاقہ بھر کے معززین، علماء، خطباء، وکلاء، ڈاکٹرز اور دیگر عزیز واقارب نے آپ کا نماز جنازہ ادا کیا، گاؤں میں یہ اپنی نوعیت کا بہت بڑا جنازہ تھا۔ آپ کو نمازِ مغرب سے پہلے سپرد خاک کر دیا گیا۔

اولاد:

آپ نے ایک بیوہ، چار بیٹیوں اور تین بیٹوں کو سوگوار چھوڑا ہے۔ خاندان کے بزرگ ہونے کے ناطے پورے خاندان کو آپ کی وفات نے غمگین کر دیا، لیکن اللہ رب العزت کی رضا کے آگے سب کو سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ آپ کی اولاد میں سے آپ کے سب سے چھوٹے بیٹے عتیق الرحمٰن عزیز نے آپ کے دینی مشن کی تبلیغ کا بیڑا اٹھایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو ان کی مساعی میں ہمیشہ کامیاب وکامران کرے اور ان کا حامی وناصر ہو۔ آمین یارب العالمین

تقدیم

اسلام کی فکری وعلمی تاریخ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ جیسا بالغ النظر اور جامع الصفات عالم آج تک پیدا نہیں ہوا۔ انہوں نے فکر وعقیدہ کے قیامت خیز انتشار اور داخلی وخارجی فتنوں کے اس تاریک دور میں تلوار وسنان اور زبان وقلم سے جہاد کیا اور جس طرح عالم اسلام کی فکری ونظری قیادت کی وہ ہرگز آسان اور سہل کام نہیں۔

حقیقت ہے کہ وہ اسلام کے سلسلہ تجدید واحیائے دین کے مایہ ناز فرد اور دعوت واصلاح کے منفرد رہنما تھے۔ انہوں نے غلط کار صوفیاء، جمود پسند فقہاء اور عقلیت گزیدہ متکلمین کے جادۂ مستقیم سے ہٹے ہوئے تصورات ومزعومات کے خلاف زبان وقلم کو جنبش دی اور پیش آمدہ مشکلات ومصائب کو جس عزیمت ایثار اور دینی حمیت وغیرت سے برداشت کیا وہ انہیں کا خاصہ تھا۔ اسی وجہ سے ان کی شخصیت رہتی دنیا تک زندہ وجاوید ہوگئی۔

صوفیاء کے مسائل فاسدہ میں سے ایک مسئلہ ''ولایت الٰہی'' کا تھا۔ جس میں عوام کی اکثریت مبتلا تھی امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے قرآن وسنت کی تصریحات، سلف صالحین کی تعبیرات اور عقل انسانی کے مسلمات سے اس کی وضاحت فرمائی۔ اور مخالفین کے شبہات ومغالطات اور غلط خیالات وتصورات کی پرزور تردید کی۔

تقاضائے وقت کے پیش نظر ''مجلس معارف ابن تیمیہ'' نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کر کے مفت تقسیم کیا تھا تاکہ عوام وخواص کتاب وسنت کی روشنی میں اپنے افکار ونظریات کا محاسبہ کرسکیں۔ اب ترجمہ پر نظر ثانی کر کے تیسری بار طبع کیا جارہا ہے۔

میں جامعہ اشاعت العلوم المحمدیہ چیچہ وطنی کے مہتمم مولانا محمد یحییٰ ساعاتی اور ان کے رفقاء ومعاونین کا شکریہ ادا کرنا اپنا خوشگوار فرض سمجھتا ہوں جن کی مساعی جمیلہ اور ہمت افزائی سے ترجمہ پر نظر ثانی کا کام اور طباعت کے مراحل طے ہوئے اور کتاب منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس ادنیٰ سی خدمت دین کو قبول فرمائے اور فلاحِ دارین کا سبب بنائے۔

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ رَحْمَةً تَهْدِیْ بِهَا قَلْبِیْ وَتَجْمَعُ بِهَا شَمْلِیْ وَتَلُمُّ بِهَا شَعْثِیْ وَتَرُدُّ بِهَا الْفِتَنَ عَنِّیْ، وَتَصْلَحُ بِهَا دِیْنِیْ وَتَحْفَظُ بِهَا غَائِبِیْ، وَتَرْفَعُ بِهَا شَاهِدِیْ وَتُزَكِّیْ بِهَا عَمَلِیْ وَتَبَیِّضُ بِهَا وَجْهِیْ وَتُلْهِمُنِیْ بِهَا رُشْدِیْ وَتَعْصِمُنِیْ بِهَا مِنْ كُلِّ سُوْءٍ))

عبدالرحمٰن عزیز
مجلس معارف ابن تیمیہؒ
چک 51/12L چیچہ وطنی ضلع ساہیوال

❁❁❁❁

مؤلف

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا دور:

چھٹی صدی ہجری کا نصف آخر مسلمانوں کیلئے نہایت پر آشوب، تلاطم خیز اور اضطراب انگیز دور تھا۔ عالم اسلام بتدریج جس پستی اور زوال کی جانب جارہا تھا ان ایام میں وہ اس کے نقطۂ عروج پر پہنچ گیا۔ سیاسی، مذہبی اور نفسیاتی طور پر یہ مایوسیوں، ناکامیوں اور خودغرضیوں کا دور تھا۔ اس دور میں مسلمانوں کے اندر شرک وجہالت قدیم جاہلی عقائد وخیالات اور بدعات ومنکرات نے پورا نفوذ حاصل کرلیا۔ کتاب وسنت سے انحراف، مبتدعانہ اعمال ورسوم کی گرم بازاری، عیش وعشرت، نفس پروری اور دنیاوی زندگی کی ہوس انتہا تک پہنچ گئی۔ اخلاقی تنزلی تہذیب وتمدن میں خودسری اور بے راہ روی کا دور دورہ ہوگیا۔ ان میں روحِ جہاد باقی رہی اور نہ قوت اجتہاد، جس کی وجہ سے مسلسل فتنے اور مصائب سرایت کرتے رہے۔ اسی کشاکش اور بڑھتی ہوئی مایوسی کے عالم میں دنیائے اسلام کے افق پر ایک نیا ستارہ طلوع ہوا۔ یہ بطل جلیل صلاح الدین ایوبی تھا جو اپنی شرافت نفس، زہدوورع، حسن انتظام، عدل وانصاف، انکسار وتواضع، شوق جہاد اور ایمان ویقین کے لحاظ سے تاریخ میں ایک نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ اس نے مسلمانوں کے تنِ مردہ میں روح جہاد پھونکی، برسوں کی ساکن سطح میں حرکت وتموّج پیدا کیا۔ امت کے افتراق وتشتت کو اتحاد واتفاق اور تنزل وانحطاط کو کامیابی وکامرانی کا راستہ دکھایا اور صلیبی دنیا کے مقابلے میں عالم اسلام کی قیادت سنبھالی۔ حطّین (فلسطین ۲۴ ربیع الآخر ۵۸۳ ہجری) کے معرکہ میں عیسائیوں کو شکست دے کر ان کی کمر توڑ دی اور نوّے سال کے بعد شام وفلسطین اور بیت المقدس کو دوبارہ حاصل کیا۔

۲۷ صفر ۵۸۹ ہجری کو اسلام کا یہ عظیم فرزند دنیا سے رخصت ہوا۔ اس بطل جلیل کی مجاہدانہ قیادت اور فراست وتدبّر نے عالم اسلام کو صلیبیوں کی غلامی کے خطرہ سے عرصہ تک کے لیے محفوظ کر دیا مگر امت مسلمہ کی بدقسمتی کہ اس کی رحلت کے بعد خاندان ایوبی بھی اختلاف وانتشار کا شکار ہوگیا اور عالم اسلام پھر ایک بار خودغرضیوں، خانہ جنگیوں اور لامتناہی سازشوں کا شکار ہوگیا اور ایک سرے

سے دوسرے سرے تک انحطاط اور تنزل چھا گیا یہاں تک کہ ساتویں صدی ہجری کے وسط میں ان کا سیاسی انتشار، اخلاقی پسماندگی اور ضعف وناتوانی پورے طور پر نمایاں ہوگئی اور اسلامی طاقت کا وہ مہیب سایہ جو دور سے نظر آتا تھا نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ اس کے ہٹتے ہی مسلمانوں پر وحشی اقوام اور حریف طاقتوں کا نرغہ ہوگیا اور اسلامی ممالک لاوارث مال کی طرح فاتحین میں تقسیم ہونے لگے۔

ان میں سب سے بڑا حملہ تاتاریوں کا تھا جو مشرق سے آندھی اور بگولے کی طرح اٹھے اور دیکھتے ہی دیکھتے سارے عالم اسلام کو تہہ وبالا کر دیا۔ اس بلاء عظیم سے عالم اسلام کی بنیادیں ہل گئیں۔ مسلمانوں پر ہراس اور یاس کا عالم طاری تھا۔ ان کی حالت اس لٹے ہوئے قافلہ کی مانند تھی جو صحرا کے کنارے پر اپنے مال ومتاع سے محروم کر دیا گیا ہو اور مصائب وآلام ہلاکت و بربادی، شر وطغیان ان پر سیاہ رات کی طرح چھا گئے۔

بغداد میں خلافت عباسیہ کا چراغ ابھی ٹمٹما رہا تھا لیکن اس کی حالت اس خزاں رسیدہ پتے سے زیادہ نہ تھی جو آندھی کے بے رحم ہاتھ میں زندگی کا آخری سانس لے رہا ہو۔

خلیفۂ اسلام کی خود یہ حالت تھی کہ اس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اسے موت کے ہلاکت خیز ہاتھوں کے قریب لا رہا تھا۔ اس کا اپنا خاندان رعایا اور عالم اسلام کی حالت نہایت قابل رحم تھی۔ مملکت کے دروازے پر ہر داخلی اور خارجی اعداء کی ترکتازیوں کے لیے مفتوح تھے۔ خلافت کا صرف نام باقی تھا جسے گردش زمانہ مٹا دینے پر تلی ہوئی تھی۔

ہارون ومامون کے بغداد کی عزت وسطوت اور خوشحالی وفارغ البالی قصۂ پارینہ بن چکی تھی۔ عوام الناس کی زبانوں پر اس نشاط زندگی کے حیرت آباد اور عیش حیات کے عجوبہ زار، کرۂ ارض کے طرب آمیز قطعات ارضی کی عظمت رفتہ کی یادیں تھیں۔

۶۵۶ ہجری میں اس میکدۂ نشاط کا بھی سقوط ہوگیا اور وحشت وبہیمیت کے ایک طوفان کے ساتھ تاتاری اس میں داخل ہوگئے۔ ہر طرف آگ وخون کا ایک سیلاب تھا جو امنڈ پڑا، خونریزی، غارت گری اور درندگی نے چہار جانب پاؤں پھیلا دیئے۔ باغبان تہذیب وتمدن کی سینکڑوں برس کی کمائی کے آثار مٹ گئے۔ مادی یادگاروں کے ساتھ ساتھ روحانی اور علمی یادگاریں بھی فنا کے گھاٹ اتر گئیں۔ تاتاریوں نے بغداد کے کتب خانوں کے علمی جواہر پاروں کے ایک ایک حرف کو دجلہ کے پانی کے ساتھ دھو دیا۔

چالیس یوم کے بعد جب یہ سفاک قوم بغداد کو چھوڑ رہی تھی تو وہاں کھنڈرات تھے یا لاشوں کے ڈھیر جن کا اندازہ مؤرخین نے اٹھارہ لاکھ کیا ہے۔ دجلہ کا سرخ وسیاہ پانی اور بغداد کے آسمان پر دھوئیں کے بادل اجاڑ آبادیوں، بربادویرانوں، مظلوموں اور بے کسوں کی آہ وبکا کے غلغلوں اور نوحہ خوانیوں کی حکایات بیان کر رہے تھے۔

اب تاتاری فتح ونصرت کے نشہ میں سرشار مغرب کی جانب اور آگے بڑھ گئے اور انہوں نے حلب کو زیر نگیں کر لیا۔ ۶۹۸ ہجری میں ان کی فوجیں دمشق کے دروازوں پر دستک دے رہی تھیں۔

یہ وہ وقت ہے جب ممالیک بحریہ نے مصر وشام کی زمام حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لی اور مسلمانوں میں اتحاد واتفاق پیدا کر کے، جذبہ جہاد کو فروغ دے کر دفاع اسلام کا حوصلہ پیدا کیا۔

عین جالوت کے مقام پر ۷۰۲ ہجری میں مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے قدم ما چھائی ہوئی ہیبت اور پھیلی ہوئی وحشت کا خاتمہ ہوا اور دشمن کو عبرتناک شکست ہوئی اور ان کے جتھے پراگندہ اور قوت تباہ وبرباد ہوگئی۔

اب مسلمانوں نے سمجھا کہ ان کی یہ ناکامیاں اور نامرادیاں ان کی قلت تعداد کی وجہ سے نہ تھیں اور نہ ہی اس کا سبب امداد واعانت کی کمی تھی بلکہ ان کی ہزیمت وپسپائی محض ان کے تفرقہ وانتشار، قوت ارادی کے فقدان اور دلوں سے شجاعت وہمت اور شعلہ ایمان کی افسردگی کی وجہ سے تھی۔

اگرچہ تاتاریوں اور صلیبیوں کے ہاتھوں اسلامی ثقافت وتمدن اور تہذیب ومعاشرت کے نقوش صفحہ ہستی سے مٹائے جا چکے تھے لیکن دیہات وقصبات، مدن وامصار میں علمی حرکت زندہ تھی۔ علماء حق ان وحشت ناک تباہیوں اور عبرتناک بربادیوں کے علی الرغم اپنے اپنے مقام پر علم کی شمع فروزاں کیے ہوئے تھے۔ ملوک بنی ایوب اور سلاطین ممالیک نے بھی مدارس ومکاتب کی ترویج اور علم وعلماء کی سرپرستی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جس کا یہ اثر ہوا کہ برہم شدہ مجلس علم پھر گرم ہوگئی اور کاروان رفتہ پھر لوٹ آیا بحکم۔

﴿فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ (الروم: ۵۰)

''پس رحمت الٰہی کی ان نشانیوں کو دیکھو کہ اس نے کس طرح زمین کو از سر نو زندگی بخشی جبکہ وہ مر چکی تھی۔''

مسلمانوں کے عروج کا آفتاب عالمتاب تاتاریوں کی غارت گری اور خون آشام تلواروں

کے سائے میں غروب ہو رہا تھا کہ ۱۰ ربیع الاول ۶۶۱ ہجری کو دمشق کے قریب ایک مشہور تاریخی شہر حرّان کے مقام پر امام ابن تیمیہ نے آنکھیں کھولیں۔ اس شہر کی تہذیبی اور ثقافتی اہمیت اور عظمت کے متعلق مؤرخین نے نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔

نام ونسب:

آپ کا پورا نام احمد تقی الدین ابو العباس ہے۔ والد محترم کا نام عبد الحلیم بن عبد السلام ہے۔ چند پشت اوپر ان کی ایک دادی کا نام تیمیہ تھا جن کے نام نامی پر یہ خاندان ابن تیمیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ اسی بنا پر خاندان کے اکثر بزرگ ابن تیمیہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ اس خاندان کی بعض خواتین تقویٰ کے ساتھ ساتھ صاحب علم وفضل ہوئی ہیں، چھ سال کی عمر تک آبائی شہر میں مقیم رہے مگر ساتویں سال جب کہ تاتاریوں کی چیرہ دستیوں سے فضا میں خوف و ہراس اور حسرت و یاس کا سناٹا تھا ان کی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں شہروں کو لوٹتی، انسانوں کو قتل کرتی اور امن وامان تہ وبالا کرتی پھر رہی تھیں۔ خاندان ابن تیمیہ نے دمشق کے لیے رخت سفر باندھا۔ جو ابھی تک تاتاریوں کی غارت گری سے مامون ومحفوظ تھا، علم وفضل اور زہد وتقویٰ کی وجہ سے دمشق میں ان کی ہر طرح پذیرائی ہوئی۔ والد محترم دار الحدیث سکریہ کے شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ دمشق اس زمانہ میں بھی علوم ومعارف کا دار العلوم تھا۔ اسی علم وحکمت اور درس وتدریس کے پاکیزہ ماحول میں امام صاحب نے نشو ونما پائی۔ سب سے پہلے والد محترم سے کسب فیض کیا۔ قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد حدیث، تفسیر فقہ اور لغت کی معرفت حاصل کی۔ صحاح اور سنن کی کئی بار سماعت کی تفسیر قرآن کے اسرار ورموز کی گرہ کشائی کی۔ اکیس سال کی عمر تک جملہ علوم وفنون میں یگانہ روزگار ہوگئے۔ حدیث وتفسیر کی شمعیں اگرچہ ان کے گھر ہی میں فروزاں تھیں۔ تاہم شوق فراواں اور تجسس وتعمق نے اس پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ بقول ابن قدامہ رحمہ اللہ صرف ان کے شیوخ حدیث کی تعداد دوسو سے متجاوز ہے۔ علوم درسیہ سے فراغت کے بعد مطالعہ اور غور وفکر میں منہمک ہوگئے اور علماء فقہاء نے صدیوں کی محنت، عرق ریزی اور کاوش سے جو تہذیب خزائن اور علوم ومعارف کے بحر بیکراں جمع کیے تھے انہیں اپنی آغوش میں سمولیا جس سے خود اعتمادی میں مزید اضافہ ہوا۔ عہد طفولیت ہی سے قوت حافظہ نہایت تیز اور اخاذ تھی۔ قرآنی آیات سے استنباط معانی اور احادیث نبویہ کی توضیح وتشریح میں آپ کو اپنے اقران ومعاصر پر غیر معمولی فوقیت حاصل تھی۔

مسائل کا بنظر غائر مطالعہ فرماتے اور ایسے نکات نکالتے کہ عاقل حیران اور مبہوت ہو کر رہ جاتے۔

زریں کارنامے:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ عالم اسلام کی ان چند نابغہ روزگار ہستیوں میں سے ایک ہیں۔ جن کے افکار واصلاح کا دائرہ کار کسی ایک سمت اور افق پر محدود نہیں رہا۔ انہوں نے سیاست وتمدن، مذہب ومعاشرت، اجتماعیت واخلاق، عقائد ونظریات غرضیکہ ہر میدان میں وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے، جنہوں نے انہیں عالم اسلام کا ایک فرد فرید بنا دیا۔ جس پامردی استقلال اور ہمت وجوانمردی سے انہوں نے گمراہ فرقوں کا رد کیا وہ انہیں کا حصہ تھا۔ مشکلات ومصائب اور قید وبند کے موانع آپ کے پائے استقامت کو متزلزل نہ کر سکے۔

① آپ نے شرک وبدعت اور اعتقادی وعملی گمراہیوں کے خلاف موثر جہاد کیا۔

② اتباع کتاب وسنت اور اسوۂ سلف صالحین کی دعوت دی۔

③ اسلامی عقائد واحکام کی حقانیت کو زبردست دلائل وبراہین سے پیش کیا۔

④ یونانی علوم وفلسفہ پر تنقید کر کے ان کے مفاسد ومعائب کی نشان دہی کی۔

⑤ اسلام کا ہر محاذ پر دفاع کیا۔ داخلی اور خارجی دشمنوں سے قلم اور تلوار سے جہاد کیا۔

⑥ مسلمانوں کو فکری اور عملی گمراہیوں سے بچایا۔

⑦ اسلامی علوم وفنون کو غیر اسلامی عناصر سے پاک کیا۔

میدانِ جہاد میں:

۶۹۹ ہجری میں تاتاریوں نے شام پر حملہ کیا۔ مصر اور شام ایک والی کے تحت تھا جس کی افواج نے شکست کھائی۔ حملہ آور بڑھتے ہوئے دمشق کی دیواروں تک پہنچ گئے۔ عوام موت وزیست کی کشمکش میں مبتلا تھے۔ علماء واکابر شہر چھوڑ گئے۔ نہ کوئی حاکم اور نہ نظم وانتظام لیکن ایک فقیر بے نوا شان عزیمت کے ساتھ ان میں موجود تھا۔ جس کی حمیت، دینی احساس اور غیرت نے مسلمانوں کو اس حال میں چھوڑ کر جانا گوارا نہ کیا، یہ تھے علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ جنہوں نے بچے کھچے اعیان شہر کو جمع کیا اور نظم امور کی صورت نکالی ایک وفد ترتیب دے کر شاہ قازان کے لشکر میں پہنچے اور سلطان سے ملاقات کی۔ جو نتیجہ خیز ثابت ہوئی اور تاتاری کچھ مدت کے لیے دمشق میں داخل نہ ہو سکے۔ اگلے سال تاتاریوں نے پھر شام کی جانب بڑھنے کا ارادہ کیا دمشق کے باشندے بے سروسامانی کی

حالت میں بھاگنے لگے۔امام صاحب نے منادی کروادی کہ کوئی شخص شہر سے بھاگنے کی کوشش نہ کرے۔خود ڈاک کی سواری سے مصر پہنچے اور سلطان مصر کو مقابلے پر آمادہ کیا۔اس معرکہ میں شامی اور مصری فوجوں کے دوش بدوش ایسے جوش وخروش سے حصہ لیا کہ دشمن کو عبرتناک شکست ہوئی دنیا نے یہ منظر دیکھا کہ مصر وشام کا یہ لشکر بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں امام ابن تیمیہ کا لشکر تاتاریوں کی ''ناقابل تسخیر'' فوج کا پیچھا کر رہا تھا جس سے تاتاری خطرہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔

وفات:

کسی مغربی مفکر کا قول ہے کہ اَعْظَمُ الرِّجَالِ شَانًا ، هُوَ الَّذِیْ یَقِفُ وَلَوْ وَحْدَهٗ بِجَانِبِ عَقِیْدَتِهٖ ، امام صاحب نہایت عزم واستقلال کے ساتھ اپنے فرائض کی بجا آوری میں منہمک تھے کہ حاسدوں کی ریشہ دوانیوں سے آپ کو ایک قدیم فتویٰ کی بنا پر جیل میں ڈال دیا گیا غور وفکر، خیالات ونظریات پر پابندی عائد کر دی گئی ،قلم وقرطاس چھین لیے گئے مگر یہ عظیم وجلیل مصلح کوئلوں سے جیل کی دیوار پر قلبی واردات قلم بند کرتا رہا اور جب یہ بھی سامان ختم ہو گیا تو تلاوت قرآن پاک کا شغل جاری رکھا اور ۲۰ ذیقعدہ ۷۲۹ ہجری مطابق ۱۳۲۷ء کو یہ عالم جلیل دمشق کے قید خانہ میں کم وبیش تیس سال مجاہدانہ زندگی بسر کرنے کے بعد اپنے رب کی رحمت ورضوان میں پہنچ گیا۔رحمه الله رحمة واسعة كاملة

خبر نہیں کہ بلا خانہ سلاسل میں ، تیری حیات ستم آشنا پہ کیا گزری
خبر نہیں کہ نگار سحر کی صورت میں تمام رات چراغ وفات پہ کیا گزری

امام صاحب رحمہ اللہ کی روح اپنے پروردگار کے حضور پہنچ گئی ،یہ دمشق کے ایک عالم کی وفات نہ تھی۔یہ عالم اسلام کے جلیل القدر اور یگانہ عالم کا سانحہ ارتحال تھا ،یہ اس مردِ درویش اور مرد مجاہد کی وفات تھی ،جو میدان جنگ میں تیر وشمشیر لے کر پہنچا داد شجاعت دی ،علم کے میدان میں اپنا جھنڈا گاڑا، آج وہ شخص دنیا سے رخصت ہوا تھا۔جس کا زہد وتقویٰ علم وفضل ،شجاعت وحمیت اور جذبہ کار مسلّم تھا لوگ اس کی نعش کے گرد بادیدہ گریاں وباسینہ بریاں جمع تھے۔معلوم ہوتا تھا سارا شہر آخری دیدار کیلئے امنڈ پڑا ہے کہ راہ حیات کے اس مسافر کو اجل کی منزل تک ہمیشہ ہمیشہ کیلئے الوداع کہہ آئے۔

ایسا غمگسار کہ ہر آڑے وقت میں ان کے کام آتا۔خوف کے مارے جب دل دہل جاتے وہ شیر دل ان کی ڈھارس ہوتا۔وہ شام ہی کا نہیں بلکہ سارے عالم اسلام کا فخر تھا ،اوج وعروج کی

منزلیں درجہ بدرجہ طے کرتا رہا۔ یہاں تک کہ موافق ومخالف سب کو اس کے فضل وکمال کا اعتراف کرنا پڑا۔ ❶

علمی خدمات:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی قوت فکر غیر معمولی خصوصیات کی حامل تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں قوت تحریر وتقریر بھی عطا فرمائی تھی، ان کی زبان رواں اور قلم جولاں تھا۔ اس لیے انہوں نے اپنے پیچھے نہایت ضخیم علمی ثروت چھوڑی۔ جو مختلف اور متعدد عنوانات پر مبنی ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے عہد کی سوسائٹی، منتشر، پراگندہ، رستا خیز اور اختلال اور افراتفری سے ممزوج تھی جنگ وجدال اور عدم مرکزیت کے زمانہ میں ہوتا بھی ایسا ہی ہے مختلف عناصر خلط ملط ہو جاتے ہیں عوام مختلف ٹکڑیوں، دائروں اور لامحدود فرقوں میں بٹ جاتے ہیں۔ عصر ابن تیمیہ میں حیات فکری کے جو آثار نظر آتے ہیں، وہ بھی کچھ عجیب سے ہیں۔ آفکار وآراء مضطرب، منزل اور راہ جدا جدا علماء کا حال بھی کچھ مختلف نہ تھا۔ ان میں اجتہاد کا مادہ نہ تھا۔ استنباط مسائل کی صلاحیت مفقود تھی۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے حالات وکوائف پر نظر ڈالی جائے تو ماننا پڑے گا کہ انہوں نے حصول علم کے بعد اپنی ساری توجہ، استعداد اور صلاحیتیں صرف علم کے لیے وقف کر دیں حقائق اسلامیہ کا علم اور اسلام کا دفاع زمانے نے دو اہم اور گراں بار ذمہ داریاں ان پر ڈال دیں۔

① دشمنان اسلام خصوصاً یہود ونصاریٰ کے خلاف جہاد۔

② نام نہاد اسلامی فرقوں کے خلاف دفاع۔ جنہوں نے لباس تو اسلام کا پہن رکھا تھا، لیکن ان کے باطنی مزعومات وخیالات کی بنیاد وکید وخبث نفس پر تھی ان دونوں گروہوں کا مقابلہ کرنے کیلئے آپ نے ان کی کتابیں پڑھیں ان کے افکار وخیالات اور مزعومات سے واقفیت حاصل کی۔ ان کے فلسفہ واصول کو سمجھا اور پھر ان کے رد کے لیے میدان میں کود پڑے۔

امام صاحب رحمہ اللہ کو جن فرقوں سے شدت کے ساتھ جنگ کرنی پڑی۔ ان میں شیعہ سرفہرست ہیں۔ آپ نے منہاج السنۃ النبویہ کے نام سے ایک عظیم کتاب لکھی جو چار جلدوں میں ہے۔ یہ کتاب ابن المطهر الحلی الشیعی کی منهاج الکرامه فی معرفة الامامه، کے

❶ ابن تیمیہ ابو زہرہ۔

جواب میں ہے۔ اس کتاب کی ہر سطر سے ان کا علمی تبحر نمایا ہے اس سے ان کی وسعت نظر، ذہانت وطباعی، نقد وتنقید اور حاضر دماغی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ امام صاحب کو عیسائیوں اور یہودیوں میں تبلیغ اسلام سے بہت شغف تھا۔ آپ نے الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح کے نام سے ایک مبسوط کتاب لکھی جو چار جلدوں میں طبع ہو چکی ہے یہ کتاب اپنے موضوع میں منفرد اور علم صحیح وعمیق کی جامع ہے۔

یہ صحیح ہے کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے عقائد وآثار سلف سے عقیدہ کی بنا پر زندگی کا اکثر حصہ عقائد وکلام میں صرف فرمایا اس کے باوجود فقیہات میں بھی آپ نے عظیم الشان کام کیا ہے، آپ عمیق النظر اور وسیع الفکر فقیہ تھے فقہ کا عمیق اور تقابلی مطالعہ کیا اور جو آثار جلیلہ چھوڑے وہ فتاویٰ کی صورت میں ضخیم جلدات میں موجود ہیں۔ متعدد فقہی رسائل اور کتب بھی تحریر فرمائی ہیں مثلاً الحبة فی الاسلام، اقامة الدلیل علی ابطال التحلیل وغیرہ۔

امام صاحب رحمہ اللہ نہایت سرعت تحریر کے مالک تھے۔ ان کے شاگرد رشید ابن الوردی کا بیان ہے کہ بسا اوقات ایک دن میں پوری جلد لکھ لیتے تھے اگرچہ لکھتے ایسا تھے جو بڑی مشکل سے پڑھا جا سکتا تھا۔ نیچے کے صفحہ میں ان کے خط کا عکس دیا جا رہا ہے۔

ان کی تصانیف کا اندازہ پانچ سو سے ایک ہزار تک کیا گیا ہے۔ جو تصانیف ہم تک پہنچی ہیں۔ وہ اپنے اندر تصنیف کی خوبی، دلائل کی عمدگی، ترتیب کی نفاست، مادہ علمیہ کی فراوانی اور فکر ونظر کی شادابی و گہرائی رکھتی ہیں۔

تصانیف میں چھوٹے چھوٹے رسائل بھی ہیں اور متوسط اور ضخیم تصانیف بھی۔

آنے والے دور پر امام صاحب کے اثرات:

ا۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے زمانے پر عظیم الشان اور عمیق اثرات چھوڑے۔ جن کی صدائے بازگشت ان کی وفات کے بعد بھی نسلوں تک گونجتی رہی۔ ان کے زمانہ میں کوئی ایسا شیخ نظر نہیں آتا جو کثرت تلامذہ میں امام صاحب رحمہ اللہ کا ہم پایہ ہو۔ سلفی نظریات کے علماء کا جم غفیر ان سے مستفید ہوا اور انہوں نے ان کے فکر ومنہاج کو مدون کر کے آئندہ آنے والے لوگوں تک پہنچایا۔ مشہور تلامذہ میں سے صاحب تصانیف کثیرہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (۶۹۱۔۷۵۱) کا نام سرفہرست ہے جو صحیح معنی میں علم ابن تیمیہ کے وارث ہوئے انہوں نے آپ کے منہل صافی سے متواتر سولہ سال (۷۱۲۔۷۲۸) استفادہ کیا اور اس کی توسیع واشاعت میں غیر معمولی حصہ لیا۔ افکار وآراء ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی خوب نشر واشاعت کی اور اپنے پیچھے عظیم علمی ذخیرہ چھوڑا جو استاد کی تحقیقات کے نتائج وثمرات اور تنویعات وتوجیہات پر مبنی ہے۔

۲۔ حافظ ابن عبدالہادی، ان کی ولادت ۷۰۴ ہجری میں ہوئی۔ اساتذہ علوم سے سارے علم وفن حاصل کیے اور کمال پیدا کیا۔ مدت تک امام صاحب رحمہ اللہ کے درس وتربیت سے فیض یاب ہوئے۔ ۷۴۴ ہجری میں انتقال ہوا۔ عمر تو چالیس سال ہی ملی مگر اس تھوڑی سی عمر میں بھی ستر سے زیادہ اعلیٰ پائے کی تحقیقی کتب لکھیں امام صاحب رحمہ اللہ کے مناقب میں ان کی ایک بہترین کتاب العقود الدریہ فی مناقب شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ہے۔

۳۔ حافظ ابن کثیر، شام کے علاقہ میں پیدا ہوئے۔ سب سے پہلے حافظ ابوالحجاج مزی سے تعلیم حاصل کی اور بعد میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے کسب فیض کیا۔ ان کی تالیفات میں تفسیر ابن کثیر البدایہ والنہایہ، الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول وغیرہ شائع ہو کر سند قبولیت حاصل کر چکی ہے۔

۴۔ حافظ ذہبی مؤرخ اسلام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی دمشق میں پیدا ہوئے۔ دمشق اور

شام کے علاوہ حجاز، مصر اور دیگر بلاد اسلامیہ میں تحصیل علم کیا اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے دامن سے وابستہ ہو گئے۔ تصنیف و تالیف کا بہترین سلیقہ تھا۔ ان کی تالیفات میں تذکرۃ الحفاظ (۴ جلد) ان کے علاوہ بے شمار مفید اور نافع کتابیں یادگار ہیں۔

ابو حفص البزار، ابن سعد اللہ حرانی، ابن الوردی، الدباہی الزاہد، قاضی ابن فضل اللہ، احمد بن مری رحمہم اللہ ان کے علاوہ بے شمار جنہوں نے آپ سے کسب فیض کیا اور زمانے میں شمس و قمر بن کر چمکتے رہے۔ پھر دور گذرتے رہے۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی یاد، ان کے علوم و افکار کا ذکر اذکار جاری رہا۔ یہاں تک کہ بارہویں صدی ہجری اٹھارہویں صدی عیسوی میں دیار عرب کے اندر مشہور مصلح اور مجدد شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کا ظہور ہوا۔ انہوں نے امعان نظر سے تصانیف ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا مطالعہ کیا۔ آپ کی دعوت و افکار کو سمجھا اور اپنا لیا اور اپنے حلقہ احباب کو بھی افکار ابن تیمیہ رحمہ اللہ قبول کرنے کی دعوت دی۔ رفتہ رفتہ حلقہ اثر وسیع ہوتا چلا گیا امام محمد بن سعود رحمہ اللہ کی حمایت سے دعوت کو مزید تقویت ملی اور فقہ اور آراء ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر مبنی ایک مملکت وجود میں آ گئی۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے اثرات برصغیر میں:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تحریک تجدید و احیائے دین کے اثرات بہت جلد دنیائے اسلام میں پہنچ گئے۔ بلکہ وہ عالم اسلام سے گذر کر ان خطوں تک بھی پہنچے جو دور دراز تھے اور جن کے عالم اسلام سے تعلقات بھی گہرے نہ تھے۔ برصغیر پاک و ہند میں سب سے پہلے داعی جو دہلی آئے وہ مولانا شمس الدین ابن الحریری تھے۔ ان کے مقاصد میں اشاعت کتاب و سنت اور تنظیم بین المسلمین اور سیاسی روابط شامل تھے، یہ ۷۰۸ ہجری میں بعہد سلطان علاؤ الدین خلجی آئے اور حدیث کی چار سو کتب بھی ہمراہ لائے۔ مولانا علم الدین نبیرہ حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمہ اللہ بھی امام صاحب کے صحبت یافتہ تھے۔ جن کے اثر سے سلطان محمد تغلق بھی امام صاحب رحمہ اللہ کے خیالات سے متاثر ہوا۔ تاہم برصغیر میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو متعارف کروانے میں سب سے پہلے نواب سید محمد صدیق حسن خان قنوجی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۷ ہجری ۱۸۸۹ء) نے قابل قدر حصہ لیا۔ نواب صاحب نے اتحاف النبلاء ابجد العلوم اور التاج المکلل میں ان کا ترجمہ و تذکرہ تفصیل سے لکھا۔

ان ہی ایام میں خاندان غزنویہ کا تعلق علمائے نجد سے قائم ہوا تو معارف ابن تیمیہ کی اشاعت ہوئی اوران کے رشحات قلم عوام تک پہنچے۔جس سے غلط فہمیوں کے دبیز پردے اٹھے اور علوم ابن تیمیہ کی شیدائیت بڑھی۔اردودان طبقہ میں سب سے پہلے علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے ''الندوہ'' میں ایک طویل مضمون لکھا مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ نے اپنی قابل قدر تصنیف تذکرہ میں شیخ الاسلام پر ایک باب تحریر فرمایا جو اپنی نظیر آپ ہے۔اس کے بعد مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے ''تاریخ دعوت وعزیمت'' میں شیخ الاسلام کے حالات مخصوص انداز میں تحریر فرمائے۔

مصر میں پروفیسر محمد ابوزہرہ نے نہایت مفصل، مبسوط، معلومات افزا اور مفید اثرات ونتائج کی حامل کتاب ''حیات شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ'' لکھی جس کا اردو ترجمہ نہایت مفید حواشی کے ساتھ المکتبۃ السلفیہ لاہور نے طبع کیا۔مدارس ہند کے مولانا محمد یوسف کوکن عمری نے سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کے ایماء سے امام صاحب رحمہ اللہ پر نہایت بلند پایہ کتاب لکھی، یہ تینوں کتابیں اپنا خاص مقام رکھتی ہیں اور دور حاضر کے مقتضیات کے عین مطابق تاہم ابن تیمیہ رحمہ اللہ بحر ذخار ہیں۔ان کے افکار وآراء کی نشر واشاعت اور توسیع واستنباط وقت کا تقاضا اور الحاد وزندقہ کا کامیاب تریاق ہے۔

یہ تھی اعلام اسلامی کے اس مرد مجاہد کی مختصر داستان حیات اور اس کے فیوض و برکات کا تذکرہ، جو اسلام کی گود میں پیدا ہوا اور اسلام کے ہاتھوں میں پروان چڑھا۔جس نے اپنی زندگی اسلام کے لیے وقف کی، اسلام کے لیے جیا اور اسلام کے لیے ہی قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔آخر اسلام کی سربلندی اور اس کی راہ میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کردی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا. اَمَّابَعْدُ!

ہر عاقل و بالغ جن وانس کے لیے اس بات کا اقرار لازم ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے اور حق ظاہر کرنے کے لیے اللہ ہی کافی ہے۔

آپ ﷺ کی رسالت جن وانس کے ہر فرد کے لیے ہے، وہ اہل کتاب ہو، یا غیر اہل کتاب، تمام دینی امور خواہ ان کا تعلق ظاہر سے ہو یا باطن سے عقائد سے متعلق ہوں یا حقائق سے، طریقت سے تعلق رکھتے ہوں یا شریعت سے، ان سب کی تشریح وتوضیح کا حق صرف آپ ﷺ کی ذات گرامی کو ہے۔

آپ ﷺ کی وضاحت کے بغیر کوئی عقیدہ، طریقت اور حقیقت کا کوئی عقیدہ اور شریعت کا کوئی مسئلہ حل نہیں ہوسکتا، آپ ﷺ کی اتباع کے بغیر نہ تو کوئی اللہ کی رضا اور قرب حاصل کر سکتا ہے اور نہ ہی جنت کا مستحق ہو کر عزت وشرف کا سزاوار ہوسکتا ہے۔

غرضیکہ ہر شخص کے لیے اقوال واعمال، عقائد واخلاق اور حقائق میں ظاہری و باطنی طور پر آپ ﷺ کی اتباع اور پیروی لازمی ہے۔

اللہ کا ولی کون ہوسکتا ہے؟

اللہ کا ولی اور محبوب وہی ہوسکتا ہے جو نبی کریم ﷺ کا پیروکار ہو، جن غیبی امور کی آپ ﷺ نے خبر دی ہے ان کو سچا سمجھے، نبی اکرم ﷺ کے احکام کے مطابق فرائض وواجبات کی پابندی کرے اور جن کاموں سے آپ منع فرمایا ہے ان سے اجتناب کرے۔

لیکن جس کا عمل اس کے برعکس ہو، وہ اعمال جو ظاہری اعضاء انسانی سے سرانجام پاتے

ہیں، یا باطنی اعمال جو دل وضمیر سے تعلق رکھتے ہیں، ان سب میں اگر وہ اسوۂ رسول ﷺ کا مخالف ہو، تو وہ مومن نہیں ہوسکتا کجا کہ اسے بزرگ اور ولی اللہ سمجھا جائے اگرچہ اس سے کیسے ہی خلاف عادات امور ظاہر ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے کسی حکم کا تارک ہے یا اُن باتوں پر عمل پیرا ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے یا وہ نماز نہیں پڑھتا اور طہارت و پاکیزگی اختیار نہیں کرتا تو ایسے شخص سے اگر خلاف عادت باتیں ظاہر بھی ہوں تو ان کو کرامت نہیں سمجھا جائے گا بلکہ انہیں تصرفات شیطانیہ خیال کیا جائے گا، جن کی وجہ سے انسان اللہ کی بارگاہ سے دور اور اس کی ناخوشی اور عذاب سے قریب ہوجاتا ہے۔

غیر مکلّف، مرفوع القلم:

لیکن جو لوگ بالغ نہ ہونے یا مسلوب العقل ہونے کی وجہ سے ایسے افعال کے مرتکب ہوں تو انہیں عذاب نہیں ہوگا لیکن ایمان اور تقویٰ سے محروم ہونے کی بنا پر ان کا شمار اولیاء اللہ میں نہ ہوگا بلکہ یہ لوگ اپنے آباؤ اجداد کے مسلمان ہونے کی بنا پر مسلمان سمجھے جائیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ۝﴾

(الطور: ۲۱)

''اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی (راہ) ایمان میں ان کے پیچھے چلی ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے درجے تک پہنچا دیں گے اور ان کے اعمال میں سے کچھ کم نہ کریں گے، ہر شخص اپنے اعمال میں پھنسا ہوا ہے۔''

یہ لوگ چونکہ نعمت عقل سے محروم ہیں اس لیے ان کے ''قلوب'' ایمان کے حقائق اور ولایت کے معارف کے متحمل نہیں ہوسکتے کیونکہ ان باتوں کے لیے عقل ضروری ہے، معرفت، یقین، تصدیق اور ہدایت اس شخص کے دل میں جگہ نہیں پاسکتے جو عقل سے خالی ہو، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾

(مجادلہ: ۱۱)

''جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جن کو علم عطا کیا گیا ہے، اللہ ان کے درجے

بلند فرمائے گا۔“

مسلوب العقل سے اگرچہ اللہ تعالیٰ مؤاخذہ نہیں کرے گا اور آخرت میں اس پر رحم فرمائے گا لیکن وہ اللہ کا ولی اور مقرب بارگاہ بھی نہیں ہوسکتا اور نہ ہی علم وایمان کے درجات عالیہ پر فائز ہوسکتا ہے۔

جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ ایسا شخص اللہ کا ولی یا مقرب ہوسکتا ہے جو فرائض الٰہی کی ادائیگی نہیں کرتا اور نہ ہی حرام کردہ امور سے پرہیز کرتا ہے خواہ وہ صاحب عقل ہو یا مسلوب العقل اور دیوانہ، خواہ اسے مجذوب کہیں یا کسی اور نام سے پکارا جائے۔ ایسا اعتقاد باطل ہے اور جو شخص اسے صالحین میں شمار کرے اور صاحب درجات عالیہ خیال کرے، ایسا اعتقاد رکھنے والا خود کافر ہو جاتا ہے اور دائرہ اسلام سے خارج، درحقیقت وہ نبی کریم ﷺ کو اللہ کا سچا نبی نہیں سمجھتا بلکہ تکذیب کرتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی طرف سے امت کو یہ پیغام دیا ہے کہ اولیاء اللہ کے درجے پر صرف ایماندار اور متقی لوگ ہی فائز ہوسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝﴾ (یونس: ٦٢-٦٣)

”سنو! جو اللہ کے دوست ہیں، جو ایمان لائے اور جنہوں نے تقویٰ کا رویہ اختیار کیا، ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں۔“

دوسرے مقام پر فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝﴾ (الحجرات: ١٣)

”لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو پہچانو۔ اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔“

تقویٰ کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنے دل کو ایمان اور یقین کے نور سے منور کرکے اللہ تعالیٰ کی

اطاعت کرے اور اسکی رحمت کا طلبگار رہو اس کے عذاب سے ڈر کر نافرمانی اور معصیت ترک کر دے۔

ولایت اور قرب الٰہی صرف وہی شخص حاصل کر سکتا ہے جو فرائض کی ادائیگی کرتا ہو اور نوافل میں سبقت کرے۔

جیسا کہ صحیح بخاری میں ایک حدیث قدسی میں ہے:

((مَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِمِثْلِ اَدَاءِ مَا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ وَلَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ)) (بخاری، کتاب الرقاق باب التواضع)

''سب سے زیادہ جس چیز سے میرا بندہ مجھ سے قربت حاصل کر سکتا ہے میرے فرائض کی ادائیگی ہے، میرا بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے برابر نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔''

نماز کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے محبوب عمل اور عظیم فرض نماز پنجگانہ کا اپنے وقت پر ادا کرنا ہے، قیامت کے دن انسان کے اعمال میں سب سے پہلے اسی کا حساب لیا جائے گا، اسے خود ذات باری تعالیٰ نے بغیر کسی واسطہ کے شب معراج میں فرض کیا۔ یہ اسلام کا ایسا ستون ہے جس کے بغیر اس کا قیام ممکن نہیں۔ فرائض دین میں یہ سب سے زیادہ اہم ہے، خلیفہ ثانی امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے عمال کو لکھا کرتے تھے:

((اِنَّ اَهَمَّ اَمْرِکُمْ عِنْدِیْ الصَّلٰوةُ فَمَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ عَلَیْهَا حَفِظَ دِیْنَهٗ وَمَنْ ضَیَّعَهَا کَانَ لِمَا سِوَاهَا مِنْ عَمَلِهٖ اَشَدُّ اَضَاعَةً))

(مشکوٰۃ، باب الصلوٰۃ)

''میرے نزدیک تمہارا اہم کام نماز ہے جو اس کی پابندی اور محافظت کرے گا اس کا دین محفوظ رہے گا اور جو اسے ضائع کر دے گا وہ دیگر اعمال کو ضائع کرنے پر بدرجہ اولیٰ آمادہ ہوگا۔''

صحیح حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((بَیْنَ الْعَبْدِ وَبَیْنَ الشِّرْکِ تَرْکُ الصَّلٰوةِ وَقَالَ الْعَهْدُ الَّذِیْ بَیْنَنَا

وَبَیْنَھُمُ الصَّلٰوۃُ فَمَنْ تَرَکَھَا فَقَدْ کَفَرَ)) (مسلم حکم تارك الصلوٰة).

''بندے اور شرک کے درمیان جدائی کرنے والی چیز نماز ہے، نیز فرمایا اسلام اور کفر کے درمیان حد فاصل نماز ہے جس نے اسے چھوڑ دیا۔ اس نے کفر اختیار کر لیا۔''

ان دلائل کی بناء پر جو شخص اس بات کا اعتقاد نہ رکھتا ہو کہ ''نماز ہر عاقل و بالغ پر فرض ہے۔'' اس کے کافر اور مرتد ہونے میں کوئی شبہ نہیں اگرچہ وہ اس بات کا قائل ہو'' کہ نماز ایک اچھا عمل ہے اور اللہ تعالیٰ اسے پسند فرماتا ہے اور اسے ادا کرنے والا ثواب کا حقدار ہوگا۔'' اگر وہ خود نماز ادا کرتا ہو اور رات کو قیام کرتا ہو اور دن کو روزہ رکھتا ہو، اس کے باوجود نماز ہر عاقل و بالغ پر فرض نہیں سمجھتا تو وہ بھی کافر و مرتد ہے جب تک وہ اس بات پر پختہ یقین نہ کر لے کہ یہ حائضہ اور نفاس والی عورت کے علاوہ ہر عاقل، بالغ پر فرض ہے۔

باطل عقائد:

جو شخص اس بات کا قائل ہو کہ

(۱) بعض عارف واصل باللہ اور مقربان بارگاہ ایسے بھی ہیں جن پر نماز واجب نہیں۔

(۲) یا بعض لوگوں سے نماز اس لیے ساقط ہوگئی ہے کہ وہ بارگاہ خاص میں پہنچ چکے ہیں۔

(۳) یا وہ نماز سے بھی زیادہ مصروفیت رکھتے ہیں اس لیے وہ مستغنی ہیں۔

(۴) یا نماز کا مقصد اللہ تعالیٰ سے دل لگانا ہے اور یہ بات انہیں بغیر نماز کے حاصل ہے۔

(۵) یا انہیں جمعیت مع اللہ کا مقام حاصل ہے اور نماز کی ادائیگی سے اس حالت میں خلل پیدا ہوتا ہے، جسے وہ ''تفرقہ'' کا نام دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ نماز کا مقصد ''معرفت'' ہے جب یہ حاصل ہو جائے تو نماز کی حاجت نہیں رہتی۔

(۶) یا انہیں اس قدر قرب الٰہی حاصل ہے کہ ان سے خلاف عادت امور کا ظہور ہوتا ہے مثلاً: ہوا میں اڑنا۔ یا پانی پر چلنا۔ یا ہوا سے کسی برتن کا پانی سے بھر دینا۔ یا کسی جگہ کا پانی خشک کر دینا۔ یا زمین کے مدفون خزانے نکال دینا۔ یا دشمنوں کو غیبی طور پر ہلاک کر دینا، اس لیے ان پر نماز فرض نہیں کیونکہ نماز کا مقصد انہیں حاصل ہو چکا ہے۔

(۷) یا کسی شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ اللہ کے بعض خاص بندے ایسے بھی ہیں جو نبی کریم ﷺ کی

پیروی سے بے نیاز ہیں جیسا کہ جناب خضر کو جناب موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کی ضرورت نہیں تھی۔

(۸) یا جو شخص ہوا میں پرواز کر سکے یا پانی پر چل سکتا ہو تو وہ اللہ کا ولی ہے چاہے نماز ادا کرے یا نہ کرے۔

(۹) یا اس کا اعتقاد ہو کہ نماز بغیر وضو کے بھی قبول ہو جاتی ہے۔

(۱۰) یا جو مسلوب العقل، بدحواس، متحیر اشخاص عام طور پر قبرستانوں، مسافر خانوں اور ایسی ہی دوسری غلیظ جگہوں میں پڑے رہتے ہیں جو نہ وضو کرتے ہیں اور نہ نماز ادا کرتے ہیں انہیں ولی اللہ سمجھتا ہو ایسا شخص باتفاق ائمہ دین کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے، اگرچہ وہ کتنا بڑا عابد اور زاہد کیوں نہ ہو۔

عیسائی راہبوں کا زہد وتقویٰ:

عیسائیوں کے راہب ان سے زیادہ زاہد اور عابد تھے اور وہ اکثر تعلیمات رسول علیہ السلام کو مانتے تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیروکاروں کی تعظیم واحترام بھی کرتے، اور فرامین رسول کو بنظر استحسان دیکھتے تھے چونکہ وہ شریعت مطہرہ کی جملہ تعلیمات کو نہیں مانتے تھے، بعض پر ایمان رکھتے تھے، اور بعض کا انکار کرتے تھے۔ اسی وجہ سے انہیں کافر شمار کیا گیا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَ یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًاo اُولٰٓئِكَ هُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا وَ اَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًاo وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ لَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ یُؤْتِیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَ کَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًاo﴾

(النساء: ۱۵۰ـ ۱۵۲)

”جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں سے کفر کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور کفر و ایمان کے بیچ میں ایک راہ نکالنے کا ارادہ رکھتے ہیں وہ سب پکے کافر ہیں اور کافروں

کے لیے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے، بخلاف اس کے جو لوگ اللہ اور اس کے تمام رسولوں کو مانیں اور ان کے درمیان تفریق نہ کریں، ان کو ہم ضرور ان کے اجر عطا کریں گے۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

عقل اور دولت ایمان:

جو شخص مسلوب العقل یا دیوانہ ہو وہ زیادہ سے زیادہ مرفوع القلم ہو سکتا ہے، اس کے خلاف شرع اعمال پر کوئی مؤاخذہ نہ ہوگا۔ وہ دولت ایمان سے محروم ہوگا اس کی صحت کے لیے عقل کا ہونا ضروری ہے اور جو عقل سے محروم ہے اس کی کوئی عبادت، فرائض ونوافل مقبول نہیں اور ایسا شخص کبھی ولی اللہ نہیں ہو سکتا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى﴾ (طٰہٰ: ۵٤)

''بے شک ان باتوں میں عقل والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ﴾ (الفجر: ۵)

''کیا اس میں کسی صاحب عقل کے لیے کوئی قسم ہے۔''

﴿وَ اتَّقُوْنِ يٰاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ (البقرۃ: ۱۹۷)

''اور اے اہل عقل! مجھ سے ڈرتے رہو۔''

﴿اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾

(الانفال: ۲۲)

''یقیناً کچھ شک نہیں کہ اللہ کے نزدیک تمام جانداروں سے بدتر بہرے گونگے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔''

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ (یوسف: ۲)

''ہم نے اس قرآن کو عربی میں نازل کیا ہے تاکہ تم سمجھ سکو۔''

اللہ تعالیٰ نے جا بجا عقل مند لوگوں کی مدح وثناء کی ہے اور عقل سے بے بہرہ لوگوں کو کہیں بھی کسی تعریف ثنا اور ذکر خیر کا سزاوار نہیں سمجھا بلکہ قرآن پاک میں دوزخ والوں کی زبان سے

نقل فرمایا ہے:

﴿وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ (الملك: ۱۰)

''اور کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو دوزخیوں میں نہ ہوتے۔''

دوسرے مقام پر ہے:

﴿وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ﴾ (الاعراف: ۱۷۹)

''اور ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لیے پیدا کیے ہیں ان کے دل ہیں لیکن ان سے سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں مگر ان سے سنتے نہیں یہ لوگ چارپایوں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی بدتر یہی وہ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔''

﴿اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ (الفرقان: ٤٤)

''کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ان میں اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں (نہیں) یہ تو جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔''

جو شخص عقل نہیں رکھتا اس کا ایمان صحیح نہیں اور اس کے فرائض ونوافل کا کوئی اعتبار نہیں اگر کوئی یہودی یا نصرانی دیوانہ ہو جائے اور اسی حالت میں وہ اسلام قبول کر لے تو ظاہر و باطن میں وہ شخص مسلمان نہیں ہوگا اور جس شخص نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا اور پھر اسے جنون کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ ایسا شخص کفار کے حکم میں داخل ہوگا البتہ جو شخص پہلے مسلمان تھا اور بعد میں اس پر جنون کی حالت طاری ہوگئی تو وہ حالت عقل میں صاحب ایمان ہونے کی وجہ سے ثواب کا حقدار ہوگا۔

پیدائشی دیوانہ اور نابالغ بچے:

لیکن جو شخص پیدائشی دیوانہ اور مسلوب العقل ہے اور اس کی یہی حالت مرتے دم تک قائم

رہی تو اسے مسلمان یا کافر کچھ بھی نہیں کہیں گے بلکہ اس کا حکم نابالغ بچے کا ہے جو اپنے ماں باپ کے مسلمان ہونے کی وجہ سے مسلمان سمجھا جاتا ہے۔

اس کی ماں کے مسلمان ہونے کی صورت میں بھی جمہور آئمہ مثلاً امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کے قول کے مطابق وہ والدہ کی موافقت میں مسلمان شمار ہوگا۔ جو مجنون دارالاسلام میں پیدا ہوا اُسے بھی اس کے مسلمان ماں باپ یا اہل اسلام کی وجہ سے مسلمان تصور کیا جائے گا جیسا کہ نابالغ بچوں کا حکم ہے، اس کی وجہ یہ نہیں کہ ان میں درحقیقت ایمان کی صفت موجود ہے، بلکہ نابالغ بچے اور دیوانے، والدین کی موافقت کی وجہ سے قیامت کے دن مسلمان شمار کیے جائیں گے اور یہ اسلام کسی خاص اہمیت کا حامل نہیں اور نہ ہی وہ اس وجہ سے اولیاء اللہ اور متقی لوگوں کے زمرہ میں داخل سمجھے جا سکتے ہیں، جو فرائض و نوافل میں سبقت کر کے قرب الٰہی کے جویاں رہتے ہیں۔

وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى کی تفسیر

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا﴾ (النساء: ٤٣)

''اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔ جب تک یہ نہ جانو کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور جنابت کی حالت میں بھی نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک کہ غسل نہ کر لو الا یہ کہ راہ گذر میں ہو۔''

اس بات پر علماء کرام کا اتفاق ہے کہ یہ آیت سورۂ مائدہ کی اس آیت سے پہلے نازل ہوئی جس میں حرمت شراب کا حکم ہے، اس کے شان نزول میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک صحابی نے شراب پی کر لوگوں کو نماز پڑھائی۔ (اس وقت تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی) جس سے دوران قراءت غلطیاں ہوگئیں اور مفہوم قرآن میں اختلاط ہو گیا، جس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، جب اللہ تعالیٰ نے اس بیہوشی کی حالت میں جو غیر محرم شراب سے پیدا ہوئی، صرف اس لیے نماز پڑھنے سے روک دیا ہے کہ انسان جو کچھ زبان سے ادا کرتا ہے، اس کا مطلب نہیں سمجھتا۔ اس حکم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص کی بھی نماز اس وقت تک صحیح نہیں ہے، جب تک کہ وہ اپنے ادا کردہ الفاظ کو سمجھتا نہ ہو، جو شخص اپنے الفاظ کو سمجھتا نہیں اس کی نماز صحیح نہیں اگرچہ اس کی یہ حالت کسی جائز فعل کی وجہ سے ہو یا کسی ناجائز سبب سے۔ اسی بنا پر علماء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس شخص کی عقل کسی وجہ سے زائل ہوگئی ہو اس کی نماز صحیح نہیں۔ کجا کہ مجنون اور مسلوب العقل کی نماز۔

سکاریٰ کے دوسرے معنی:

بعض مفسرین نے سیدنا ضحاک رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ''تم اس وقت تک نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک نیند کی وجہ سے بے ہوشی کا غلبہ ہو۔'' اگر قائل کا یہ مطلب ہے کہ آیت کے مفہوم میں وہ حالت بھی شامل ہے جو نیند کی وجہ سے پیدا ہوگئی ہے تو ہم بحیثیت عمومی اس مطلب کو بھی تسلیم کر لیتے ہیں۔ ورنہ اصل میں آیت کا شان نزول تو یہی ظاہر کرتا ہے کہ یہ آیت شراب سے بے ہوشی کے

حق میں نازل ہوئی ہے۔ الفاظ کا واضح اور صریح مفہوم بھی یہی ہے، البتہ دوسرا معنی بھی صحیح ہے۔

صحیحین میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

((اِذَا قَامَ اَحَدُکُمْ یُصَلِّیْ بِاللَّیْلِ فَاسْتَعْجَمَ الْقُرْاٰنَ عَلٰی لِسَانِهٖ فَلْیَرْقُدْ فَاِنَّهٗ لَا یَدْرِیْ لَعَلَّهٗ یُرِیْدُ اَنْ یَّسْتَغْفِرَ فَیَسُبُّ نَفْسَهٗ))

(بخاری، باب الوضوء من النوم)

''جب تم میں سے کوئی شخص رات کی نماز پڑھنے لگے اور غلبہ نیند کی وجہ سے قرآن واضح طور پر نہ پڑھ سکے تو اسے سو جانا چاہیے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ شاید وہ استغفار کرنا چاہے اور اپنے آپ کو گالی دے بیٹھے۔''

دوسری روایت میں ہے:

((اِذَا قَامَ یُصَلِّیْ فَنَعَسَ فَلْیَرْقُدْ))

''جب کوئی شخص نماز پڑھتا ہو اور اسے اونگھ آنے لگے تو اسے سو جانا چاہیے۔''

اس ارشاد نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اونگھ کی حالت میں قراءت کے غلط ملط ہونے کا اندیشہ ہو تو نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ اسی بنا پر فقہاء نے استدلال کیا ہے کہ اونگھ سے وضو نہیں جاتا اگر ایسا ہوتا تو وضو کے ٹوٹنے سے نماز باطل ہو جاتی یا دوبارہ وضو کرنا پڑتا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی یہ وجہ ارشاد فرمائی کہ ''وہ نہیں جانتا کہ شاید وہ استغفار کرنا چاہے اور اپنے آپ کو کوسنے لگے'' معلوم ہوا کہ نماز چھوڑنے کا حکم اس وجہ سے ہے کہ وہ جو کچھ کہتا ہے اسے سمجھ نہیں پاتا اگرچہ اس کی یہ حالت اونگھ کی وجہ سے ہو۔

زیادہ وسیع معنوں میں اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس حالت میں بھی نماز ادا کرنے سے منع فرمایا ہے جب کہ کھانا سامنے موجود ہو یا رفع حاجت کا تقاضا اسے مجبور کر رہا ہو ان حالات میں حضورِ قلب نہیں ہوتا۔ سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سمجھدار انسان کی یہ نشانی ہے کہ وہ اپنی ضروریات سے فارغ ہوتا ہے اس کے بعد نماز کی جانب متوجہ ہوتا ہے، جب کہ اس کا دل ہر طرف سے مطمئن ہو۔

اگر انسان کی عقل کسی جائز ذریعہ سے بھی زائل ہو جائے تو ایسی حالت میں بھی نماز درست نہیں جبکہ وہ اپنی بات کو سمجھ نہ سکتا ہو، مجنون اور مسلوب العقل اور اس شخص کی نماز جو مجذوب یا از خود رفتہ ہو بطریق اولیٰ درست نہیں ہو سکتی۔

افضل ترین عبادت

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ تمام عبادات میں افضل ترین عبادت نماز ہے جیسا کہ صحیحین میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا اے اللہ کے رسول!

((اَیُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہُ قَالَ الصَّلٰوۃُ عَلٰی وَقْتِہَا قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ الْجِہَادُ قَالَ حَدَّثَنِی بِہِنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَلَوِا سْتَزَدْتُّہٗ لَزَادَنِیْ)) (بخاری: باب فضل الصلوٰۃ لوقتھا)

''اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل سب سے بڑھ کر محبوب ہے؟ فرمایا نماز بروقت ادا کرنا پوچھا اس کے بعد فرمایا والدین سے نیک سلوک، پوچھا اس کے بعد فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ، ان کے علاوہ اگر میں کچھ اور دریافت کرتا تو نبی کریم ﷺ بھی اضافہ فرماتے۔''

بخاری ومسلم کی ایک دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ اِیْمَانٌ بِاللّٰہِ وَجِہَادٌ فِیْ سَبِیْلِہٖ ثُمَّ الْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ))

''سب سے افضل عمل اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے اور اس کی راہ میں جہاد کرنا ہے اس کے بعد حج مقبول کا درجہ ہے۔''

بظاہر یہ دونوں احادیث آپس میں متضاد معلوم ہوتی ہیں لیکن درحقیقت ان میں تضاد کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ نماز اللہ پر ایمان کے معنی میں داخل ہے جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے:

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ﴾ (البقرۃ: ۱۴۳)

''اللہ ایسا نہیں کہ تمہارے ایمان کو یونہی کھودے۔''

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ ودیگر سلف کا قول ہے کہ تحویل قبلہ سے پہلے بیت المقدس کی طرف رخ کرکے پڑھی گئی نمازوں کا اجر وثواب ضائع نہ ہوگا۔

ایمان اور نماز کی مناسبت:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان اور نماز کی آپس میں بے حد مناسبت ہے، ایمان کی طرح نماز میں بھی کوئی دوسرے کا نائب نہیں ہوسکتا۔

کوئی شخص کسی دوسرے کی بجائے فریضہ نماز ادانہیں کرسکتا۔ اگر چہ وہ کتنا ہی معذور کیوں نہ ہو۔ اسی طرح کوئی کسی دوسرے کی جانب سے ایمان نہیں لاسکتا، جس طرح ایمان کسی حالت میں کسی شخص کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا۔ اسی طرح نماز بھی ساقط نہیں ہوتی جب تک عقل اس کے ساتھ ہو اور وہ نماز کے بعض افعال بجالانے کی طاقت رکھتا ہو اگر کوئی شخص نماز کا کوئی بھی فعل ادا نہ کرسکتا ہو اور بولنے سے بھی عاجز ہو تو ایسی حالت میں وہ آنکھ کے اشارے سے نماز ادا کرے؟ یا دل میں نماز کے افعال واقوال کا استحضار کرے؟ اس بارے میں علماء کے دو قول ہیں: مشہور اور صحیح قول یہ ہے کہ نماز کے ساقط ہونے کا خیال شرعاً درست نہیں۔

مسلوب العقل اور درجہ ولایت

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ مسلوب العقل نماز اور دیگر اعمال صالحہ سے محروم ہے جو قرب الٰہی کے موجبات سے ہیں، عقل کے نہ ہونے سے اس کے فرائض ونوافل درست نہیں۔ ایسا شخص ''ولایت'' کے درجہ پر نہیں پہنچ سکتا، کیونکہ ولایت درحقیقت ایمان اور تقویٰ کی حالت میں فرائض اور نوافل کی بجا آوری کا نام ہے اگر وہ مسلوب العقل ہے، تو بچوں اور چوپایوں کی طرح مرفوع القلم ہے، آخرت میں اس سے مؤاخذہ نہ ہوگا، اگر وہ عقل کے سلب ہونے سے پہلے فرائض ونوافل کی ادائیگی اور اعمال صالحہ کی کوشش کرتا تھا تو اسے ان اعمال کا ثواب ملے گا اور وہ ''ولایت'' کا حق دار ہوگا۔ نہ تو اس کا یہ مرتبہ دیوانی کی وجہ سے زائل ہوگا اور نہ ہی موت اسے زائل کرسکے گی۔

مرتد ہونے سے سابقہ نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں:

اگر کوئی شخص اسلام سے برگشتہ ہو جائے تو اس کے تمام سابقہ نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، اس کے علاوہ گناہوں میں سے کوئی گناہ بھی ایسا نہیں، جس سے تمام اعمال ضائع ہو جاتے

ہوں۔اسی طرح تمام اعمال صالحہ میں سوائے توبہ کے کوئی ایسا عمل نہیں جس کی برکت سے تمام گناہ مٹ جاتے ہوں۔

مجنون جس قدر نیکیاں زوال عقل سے پہلے کرتا تھا، یا حالت افاقہ میں کرتا ہے ان کا سلسلہ دیوانگی کی حالت میں منقطع ہوجاتا ہے، دیوانگی اور نیند کی حالت میں نیکیوں کا ثواب اور غلطیوں کا گناہ نہیں لکھا جاتا کیونکہ اس حالت میں اس کی نیت صحیح نہیں ہوتی۔

نیت اور ارادہ کی پختگی

ایک صحیح حدیث میں سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ اَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَهُ الْعَمَلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ وَهُوَ صَحِيْحٌ مُقِيْمٌ)) (مشکوٰۃ باب عیادۃ المریض)

"جب آدمی بیمار ہوجائے یا سفر اختیار کرے تو اس حالت میں بھی اسے ان نیکیوں کا ثواب ملتا ہے جو وہ تندرست اور مقیم ہونے کی حالت میں کرتا تھا۔"

دوسری حدیث میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں کے حق میں جو غزوہ تبوک میں صحیح عذر کی وجہ سے شریک نہ ہوسکے تھے، ارشاد فرمایا تھا:

((اِنَّ بِالْمَدِيْنَةِ لَرِجَالًا مَا سِرْتُمْ مَسِيْرًا وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِيًا اِلَّا كَانُوْا مَعَكُمْ، قَالُوْا وَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ، قَالَ: وَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ)) (بخاری: کتاب المغازی)

"بیشک مدینہ میں کچھ اشخاص رہ گئے ہیں، جب تم کسی منزل میں ہوتے ہو یا کسی وادی کو طے کرتے ہو تو وہ تمہارے ہمراہ ہوتے ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم نے گذارش کی کہ مدینہ میں ہوتے ہوئے بھی فرمایا بیشک وہ مدینہ میں ہیں۔ انہیں عذر نے روک رکھا ہے۔"

یہ مجاہد لوگ تھے، ان کے دل میں جہاد کا جذبہ موجزن تھا لیکن کمزوری، بیماری اور دیگر جسمانی عوارض سدراہ تھے، جن کی بناپر شرکت سے قاصر تھے۔ اس لیے ان کو صحیح نیت کی بناپر عمل کرنے والوں کے برابر ثواب دیا گیا لیکن جس کی عقل زائل ہوجائے، اس کی نہ تو نیت صحیح ہوتی ہے اور نہ ہی عبادت البتہ جن لوگوں کی نیت صحیح تھی انہیں پورا ثواب ملا۔

جوشخص حالت جنون سے قبل کافر، فاسق یا گناہ گار تھا، تو جنون اس کے کفر یا فسق کا کفارہ نہیں ہوسکتا، جوشخص حالت جنون سے پہلے یہودی یا عیسائی ہوگیا، اس کا حشر ان لوگوں کے ساتھ ہوگا اور جوشخص مومن متقی ہوا اور اس کے بعد اس کی عقل زائل ہوگئی وہ اہل ایمان کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

زوال عقل و ترقی مدارج

یہ خیال قطعاً غلط ہے کہ زوال عقل کسی کے درجہ میں اضافہ کا سبب ہوسکتی ہے؟ یا اس کے ایمان وتقویٰ میں زیادتی کا باعث بن سکتی ہے اگر چہ اسے مجنون، دیوانہ، مجذوب یا ازخود رفتہ کہا جائے بلکہ عقل کے زائل ہونے سے انسان قبل از جنون کی حالت پر قائم سمجھا جاتا ہے، اس کی حالت میں کمی بیشی نہیں ہوتی ہاں اگر وہ سابقہ حالت میں متقی اور پرہیزگار تھا۔ تو وہ مزید ترقی نہیں کرسکتا اگر اس حالت میں کسی غلطی کا مرتکب ہو تو اس کی سزا سے بچ جائے گا۔

مصنوعی مجذوب:

لیکن اگر زوال عقل کا باعث کوئی ناجائز فعل ہے، مثلاً شراب یا بھنگ وغیرہ یا کسی سماع کی محفل میں شریک ہوا اور اس کے سننے سے عقل غائب ہوگئی یا کسی خلاف شرع عبادت میں شامل ہوا اور شیطان نے اس کی عقل میں تغیر پیدا کردیا، ان حالات میں وہ قابل مذمت اور مستحق سزا ہوگا کیونکہ اس نے خود اپنے ہی فعل سے اپنی عقل زائل کی ہے۔

ان لوگوں میں بعض ایسے بھی ہوتے ہیں، جو خود شیطانی احوال کی کشش کا ذریعہ ہوتے ہیں اور ایسے کام کرتے ہیں، جو شیطان کو پسند ہوتے ہیں اور اس کے بعد وہ رقص کرتے ہیں جس سے ان کی عقل جاتی رہتی ہے یا وہ خراٹے بھرنے لگتے ہیں یا بخور وغیرہ جلاتے ہیں جن سے ان پر شیطانی احوال غالب آجاتے ہیں بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو مصنوعی طور پر اپنے اوپر حالت وجد طاری کرتے ہیں اور رفتہ رفتہ وہ مسلوب العقل ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ درحقیقت شیطانی گروہ ہوتے ہیں۔

البتہ اس بات میں علماء کرام کا اختلاف ہے کہ ایسے لوگ جن سے جنون کی حالت میں ناجائز

حرکات سرزد ہوں قابل مؤاخذہ ہوں گے یا نہیں؟ امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما اور بعض دیگر آئمہ کرام فرماتے ہیں کہ ان کا معاملہ شراب سے مدہوش ہونے والے کا ہے، نشہ کی حالت میں بھی وہ مکلّف ہوں گے اور غیر شرعی افعال کے ارتکاب کے ذمہ دار ہوں گے کیونکہ انہوں نے اپنی عقل کو اپنے اختیار سے ناجائز فعل کے ذریعے زائل کیا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ ایسا شخص اپنے افعال کا ذمہ دار نہیں اگر ایسی حالت میں وہ اپنی بیوی کو طلاق دے بیٹھے تو وہ واقع نہ ہوگی لیکن علماء کرام میں سے کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں کہ ان لوگوں کا شمار اولیاء اللہ یا مقربان بارگاہ کے زمرہ میں ہوسکتا ہے۔

جن مسلوب العقل اشخاص کی بعض علماء نے تعریف کی ہے وہ اس قسم کے لوگ ہیں، جن میں جنون سے قبل تقویٰ اور پاکیزگی تھی۔ ان کی یہ علامت ہے کہ جب انہیں اپنی حالت میں افاقہ محسوس ہوتا ہے تو وہ ایمان وتقویٰ کی باتیں کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف دوسری قسم کے لوگ افاقہ کی حالت میں مشرکانہ باتیں کرتے ہیں اور حالت جنون میں بھی ان کے منہ سے ایسی ہی ہفوات نکلتی ہیں۔ ایسے لوگ کافر ہوتے ہیں مسلمان نہیں۔ بعض لوگ اس حالت میں اپنی زبان سے مبہم سے کلمات نکالتے ہیں یا گانے بجانے اور سماع کی مجلسوں میں حاضر ہوتے ہیں اور اپنی زبان سے فارسی، ترکی یا بربری زبان کے الفاظ بولتے ہیں۔ جن کا کچھ مطلب سمجھ نہیں آتا۔ دراصل ایسے لوگوں کی زبان سے شیطان بول رہا ہوتا ہے۔

زوال عقل اور حال:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے عقل اور حال دیا تھا۔ ان کی عقل تو زائل ہوگئی مگر حال باقی ہے، عقل کے زائل ہونے سے ان کے فرائض بھی ساقط ہوگئے۔

ان لوگوں کا یہ قول ''کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حال دیا تھا'' ایک مجمل فقرہ ہے کیونکہ حال کی دو قسمیں ہیں: (۱) حال رحمانی۔ (۲) حال شیطانی۔

اگر ان سے کوئی خلاف عادت کام ظاہر ہو یا کوئی مکاشفہ یا عجیب وغریب تصرف حاصل ہو تو بعض دفعہ یہ کام ایسے ہوتے ہیں جو ساحروں اور کاہنوں کو حاصل ہوتے ہیں، بعض اوقات یہ امور اللہ تعالیٰ کی جانب سے کرامت ہوتے ہیں جو ایمان دار اور متقی لوگوں کے لیے مخصوص ہیں۔

ہاں اگر وہ جنون سے پہلے ایماندار اور متقی تھے، تو زوال عقل کے بعد ان سے فرائض کی بجا آوری ساقط ہو جائے گی کیونکہ مکلّف ہونے کے لیے عقل شرط ہے اور اگر ان کے شب و روز شیطانی لہو ولعب اور فسق و فجور پر مشتمل تھے۔ جو کافر، مشرک اور منافقین کے ہوتے ہیں تو ایسے لوگ عقل کے زائل ہونے پر اپنی پہلی حالت کفر و فسق پر تصور کیے جائیں گے، جس طرح پہلی قسم کے لوگ قبل از جنون کی حالت ایمان وتقویٰ پر قائم شمار کیے گئے ہیں اس کی مثال یہ ہے:

کہ کسی شخص کا سونا، مرنا بیہوش ہونا اس کے زوال عقل سے پہلے کی حالت ایمان وطاعت یا کفر وفسق میں تغیر وتبدل کا موجب نہیں ہوتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ اس سے شرعی امور کی بجا آوری ساقط ہو جائے گی اور وہ مرفوع القلم ہوگا۔ اس حالت میں وہ کسی مدح وستائش کا سزاوار نہ ہوگا اور زوال عقل کی وجہ سے نہ تو اس کا شمار اولیاء اللہ کے زمرہ میں ہوگا اور نہ ہی اس سے کسی خلاف عادت فعل کے صدور کو کرامت سمجھا جائے گا بلکہ مسلوب العقل ہونے کی وجہ سے وہ مرفوع القلم ہے، جو کسی مدح وذم کی بات نہیں بلکہ سوئے ہوئے شخص کی حالت اس سے بہتر ہے۔

انبیاء علیہم السلام پر نیند طاری ہوتی تھی لیکن ان میں کوئی مجنون یا بدحواس نہ تھا نبی کریم ﷺ کی آنکھیں سو جایا کرتی تھیں، لیکن آپ کا دل بیدار رہتا تھا، بیماری کی حالت میں آپ پر غشی طاری ہوئی لیکن جنون سے آپ کو محفوظ رکھا گیا۔

سب سے بڑا انسانی نقص:

جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے جنون سے محفوظ رکھا ہے کیونکہ جنون نوع انسانی کا سب سے بڑا نقص ہے، مخلوق پر انسان کی فضیلت اور کمال عقل کی بناء پر ہے اور جس طریقے سے بھی عقل انسانی میں فتور واقع ہوسکتا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دے دیا ہے چنانچہ شراب کی تھوڑی سی مقدار بھی اگر چہ اس سے عقل زائل نہیں ہوتی، حرام قرار دے دی ہے کیونکہ قلیل شراب کا استعمال کثرت نوشی کا ذریعہ ہے جس سے عقل زائل ہو جاتی ہے۔

ان امور پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جنون، بدحواسی اور زوال عقل کسی طرح بھی اللہ کے قرب کا موجب اور ولایت کا سبب نہیں ہو سکتے جیسا کہ بہت سے گمراہ لوگ خیال کرتے ہیں۔ ایسے ہی کسی شخص نے یہ شعر منظوم کیا ہے:

((هُمْ مَعْشَرٌ حَلُّوا النِّظَامَ وَخَرَقُوا السِّيَاجَ فَلَا فَرْضَ لَدَيْهِمْ وَلَا نَفَلْ مَجَانِيْنُ اِلَّا اَنَّ سِرَّجُنُوْنِهِمْ عَزِيْزٌ عَلٰى اَبْوَابِهٖ يَسْجُدُ الْعَقْلُ))

''یہ ایسی جماعت ہے جس نے رسی کھول دی ہے اور باڑ کو توڑ ڈالا ہے، ان کے پاس کوئی فرض نہیں اور نہ کوئی نفل یہ دیوانے لوگ ہیں لیکن ان کی دیوانگی کا راز اتنا عظیم ہے کہ عقل اس کے دروازوں پر سجدہ کرتی ہے۔''

یہ بات انتہائی گمراہ کن ہے، اسے کوئی کافر ہی زبان پر لا سکتا ہے، قائل کو غالباً اس بات سے مغالطہ ہوا ہے کہ اس نے کسی دیوانے سے کوئی خلاف عادت بات دیکھی اور اس نے اسے کرامت سمجھ لیا حالانکہ اس کا سبب شیطان کا تصرف ہے۔ جس طرح عموماً ساحروں اور کاہنوں کے ساتھ ہوتا ہے، اس گمراہ کا خیال ہے کہ جس سے خلاف عادت بات ظاہر ہو وہ اللہ کا ولی ومقرب ہوتا ہے۔ جو ایسی بات کا اعتقاد رکھتا ہو وہ باتفاق آئمہ کافر ہے۔

یہود ونصاریٰ تو خیر اہل کتاب ہیں، کفار ومشرکین میں سے بھی بعض لوگوں کو مکاشفہ ہوتا ہے اور ان سے خلاف عادت امور بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ بھی شیاطین کا تصرف ہے، جو آدمی جتنا زیادہ گمراہ ہوگا، شیطان کا قرب اسے اتنا ہی زیادہ حاصل ہوگا۔

ایسے لوگوں کے مکاشفات میں جھوٹ اور بہتان کی آمیزش ہوتی ہے اور ان کے اعمال میں فسق وفجور نمایاں ہوتا ہے جیسا کہ ساحروں اور کاہنوں کا حال ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ۝ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝﴾
(الشعراء: ۲۲۱۔ ۲۲۲)

''لوگو! کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں، یہ جعلساز گنہگار پر اترتے ہیں۔''

شیطان جن لوگوں کا مدد ومعاون ہوتا ہے، ایسے لوگ یقیناً فاسق وفاجر ہوتے ہیں چاہے وہ فسق کسی بھی قسم کا ہو۔

صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ اولیاء اللہ اور مقربان بارگاہ صرف وہی ہیں

جو فرائض ونوافل کی ادائیگی سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ جو لوگ کسی ایسے شخص کو ولی اللہ سمجھتے ہوں، جو فرائض ونوافل کا پابند نہیں وہ لوگ جاہل اور نادان ہیں۔ اس کے علاوہ وہ کافر اور مرتد ہیں اگر وہ کلمہ شہادت کا اقرار کریں تو سمجھ لیجئے کہ وہ لوگ جھوٹے ہیں۔

جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے:

﴿اِذَا جَآئَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ o اِتَّخَذُوْا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ o ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ o﴾

(المنافقون: ۱۔۳)

''اے نبی! جب منافق لوگ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم ضرور اس کے رسول ہو مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق قطعی جھوٹے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے اور ان کے ذریعے سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روک رہے ہیں، کچھ شک نہیں کہ جو کام یہ کرتے ہیں برے ہیں یہ اس لیے ہے کہ یہ پہلے تو ایمان لائے پھر کافر ہوگئے تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی، سو اب یہ سمجھتے نہیں۔''

تارک فرائض

صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ تَرَكَ ثَلٰثَ جُمَعٍ تَهَاوُنًا مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهٖ.)) (ترمذی، باب ماجاء فی ترك الجمعة من غیر عذر نسائی فی الجمعة، ابن ماجه فی اقامة الصلوٰة)

''جو شخص بغیر کسی جائز عذر کے محض سستی کی وجہ سے تین نماز جمعہ ترک کر دے گا، اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دے گا۔''

غور فرمایئے جب ایک شخص تین مرتبہ نماز جمعہ ترک کرنے سے نفاق کے دائرہ میں داخل ہو، جاتا ہے، حالانکہ وہ ظہر کی نماز پڑھتا ہے، جو شخص نہ ظہر کی نماز پڑھتا ہے اور نہ جمعہ کی بلکہ وہ سرے سے کوئی فرض اور نفل ادا ہی نہیں کرتا۔ نہ ہی کبھی وضو اور غسل کرتا ہے۔ کیا ایسا شخص منافق نہ ہوگا؟ اگر وہ پہلے مومن بھی تھا، تو بھی فرائض کے ترک اور ان کے وجوب کا اعتقاد نہ رکھنے کی بنا پر کافر ہو گیا ایسے شخص کو مومن خیال کرنے والا بھی کافر ہوگا کجا کہ اسے ولی کامل اور خدا رسیدہ بزرگ سمجھے۔

منافقین کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَاَنْسَاهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ٥﴾ (المجادلة: ۱۹)

''شیطان نے ان کو قابو میں کر لیا ہے اور اللہ کی یاد ان کو بھلا دی ہے، یہ جماعت شیطان کا لشکر ہے، خبردار رہو، شیطان کا لشکر نقصان اٹھانے والا ہے۔''

اصحاب سنن نے بروایت ابی الدرداء رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے:

((مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ فِيْ قَرْيَةٍ لَّا يُؤَذَّنُ وَلَا تُقَامُ فِيْهِمُ الصَّلٰوةُ اِلَّا اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ)) (نسائی: ۱/۱۳۵)

''کہ جس بستی میں کم از کم تین شخص رہتے ہوں اور وہ اذان دے کر با جماعت نماز ادا نہیں کریں گے تو یقیناً وہ شیطان کی گرفت میں ہوں گے۔''

خیال کیجئے کیا ایسے لوگ شیطان کی جماعت سے ہیں یا اولیاء اللہ سے جو لوگ تارک الدنیا ہو کر زہد و ریاضت کی غرض سے پہاڑوں کی غاروں اور دور دراز خانقاہوں میں جاتے ہیں یا کوہ لبنان، کوہ فتح یا جبل لیسون وغیرہ میں جا کر رہائش رکھتے ہیں اور خلاف شرع طریق پر چلہ کشی اور ریاضت کرتے ہیں، وہاں پر اذان اور باجماعت نماز کی ادائیگی نہیں ہوتی۔ وہ اپنے ذوق و وجدان کے مطابق عبادت کرتے ہیں جو نہ تو اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات کے مطابق ہوتی ہے اور نہ ہی ان کا مقصد سنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (ال عمران: ۳۱)

''کہو! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔''

ایسے اہل بدعت اور گمراہ لوگ شیطانی گروہ ہیں۔ نہ کہ اولیاء اللہ جو ان کی ولایت کا قائل ہو وہ جھوٹا اور کاذب ہے اور صراط مستقیم سے ہٹا ہوا ہے۔

اگر کوئی شخص جانتا ہو کہ یہ لوگ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مخالف ہیں اور اس کے باوجود ان کو ولی اللہ سمجھے تو وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے وہ یا تو اللہ کے رسول کو (نعوذ باللہ) جھوٹا سمجھتا ہے یا آپ ﷺ کے فرمان کی صداقت میں اسے شک ہے یا وہ ضد اور عناد کی وجہ سے یا نفسانی اغراض کی بنا پر مخالفت پر آمادہ ہے ایسے تمام لوگ کافر ہیں۔

اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے ناواقف ہے۔ لیکن اس کا عقیدہ ہے کہ ظاہر و باطن کے جملہ امور میں آپ ﷺ کی اتباع ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس کے علاوہ قرب الٰہی کا کوئی اور راستہ نہیں اور جہالت کی بنا پر وہ ان ریاضات و عبادات شیطانیہ کو سنت رسول اللہ کے موافق سمجھتا ہو تو ایسے شخص کو کتاب و سنت کی صحیح تعلیم سے آگاہ کیا جائے اگر وہ تائب ہو کر اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کر لے تو بہتر، ورنہ غلط عقیدہ پر اصرار کی وجہ سے وہ پہلے کی طرح کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہوگا اور اس کی عبادت و زہد اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکے گا، جیسا کہ یہود و نصاریٰ اور بت پرستوں کے عابدوں اور زاہدوں کو ان کی عبادت و زہد نے کچھ بھی فائدہ نہیں دیا اگرچہ ان میں اکثر لوگوں سے خلاف عادت امور اور مکاشفات کا ظہور بھی ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝﴾ (الکهف: ١٠٣-١٠٤)

''کہہ دو کہ کیا ہم تمہیں بتائیں جو اعمال کے لحاظ سے بڑے نقصان میں ہیں وہ لوگ جن کی سعی دنیا کی زندگی میں برباد ہوگئی اور وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اچھے کام کر رہے ہیں۔''

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور دیگر سلف صالحین کا قول ہے کہ مذکورہ آیت راہبوں اور خانقاہ نشینوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔ سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہم اسے خوارج اور اہل بدعت وضلالت سے متعلق سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ۝ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ۝﴾ (الشعراء: ٢٢١-٢٢٢)

''لوگو! کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں، یہ جعل ساز گنہگار پر اترتے ہیں۔''

﴿لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۝ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝﴾ (العلق: ١٥-١٦)

''تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر اسے کھینچیں گے اس پیشانی کو جو جھوٹی اور سخت خطا کار ہے۔''

جو شخص کتاب وسنت کی رہنمائی کے بغیر امور دین میں محض اپنی رائے اور قیاس سے گفتگو کرتا ہے وہ جھوٹا ہے اگرچہ وہ اپنے قصد اور ارادہ سے ایسا نہ کرے۔ اس بات کی تائید صحیحین کی اس روایت سے ہوتی ہے جو سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے یہ صحابیہ سیدنا سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھی جو حجۃ الوداع میں وفات پا گئے تھے۔ اس وقت یہ حاملہ تھی، شوہر کی وفات کے چند دن بعد وضع حمل ہو گیا۔

((فَمَرَّ بِهَا أَبُو السَّنَابِلِ بْنِ بَعْكَكٍ فَقَالَ قَدْ تَصَنَّعْتِ لِلْأَزْوَاجِ إِنَّهَا أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَّعَشْرٌ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ سُبَيْعَةُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ كَذَبَ أَبُو السَّنَابِلِ قَدْ حَلَلْتِ فَتَزَوَّجِيْ)) (بخاری: فی کتاب التفسیر باب واولات الاحمال)

''ابو السنابل بن بعکک نے کہا کہ تو ابھی نکاح ثانی نہیں کر سکتی۔ جب تک عدت چار ماہ دس دن نہ گزر جائے۔ صحابیہ کے سوال پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابو السنابل جھوٹ کہتا ہے، تمہاری عدت ختم ہو گئی ہے تم ابھی سے نکاح کر سکتی ہو۔''

اسی طرح جب سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے خدمت اقدس میں عرض کی کہ اے اللہ کے رسول لوگ کہتے ہیں کہ عامر نے چونکہ خودکشی کی ہے اس لیے اس کے تمام اعمال ضائع ہو گئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((كَذَبَ مَنْ قَالَهَا اِنَّهُ لَجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ)) ''جس نے یہ بات کہی ہے اس نے جھوٹ کہا ہے، عامر تو غازی اور مجاہد ہے۔''

اس واقعہ میں قائل نے قصداً جھوٹ نہیں بولا تھا بلکہ دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ تھے، جو نہایت نیک اور صالح صحابی تھے۔ جب انہوں نے بغیر علم کے مسئلہ بیان کیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں جھوٹا کہا۔

اجتہاد صحابہ رضی اللہ عنہم:

سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب کسی مسئلہ میں اجتہاد سے حکم فرماتے تو ساتھ ہی ارشاد فرما دیتے:

((اِنْ يَّكُنْ صَوَابًا فَمِنَ اللّٰهِ وَاِنْ يَّكُنْ خَطَاءً فَهُوَ مِنِّیْ وَمِنَ الشَّيْطَانِ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ بَرِيْئَانِ مِنْهُ)) (شرح السنة للبغوی: ۳۳۸/۸)

''اگر یہ حکم درست ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اگر غلط ہے تو یہ غلطی میری جانب سے ہے اور القاء شیطان ہے اللہ اور رسول اس سے بری الذمہ ہیں۔''

غور فرمائیے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اجتہادی غلطی کو بھی شیطان کی جانب منسوب کرتے تھے جبکہ مجتہد خطا کار بخشش کے علاوہ ثواب کا استحقاق بھی رکھتا ہے لیکن جو شخص بغیر دلیل شرعی اور اجتہاد صحیح کے دین کے متعلق گفتگو کرتا ہے۔ تو اس کی یہ گفتگو کہاں تک جائز اور درست ہو گی کیا اس کی یہ غلطی شیطانی تصرف کا نتیجہ نہ ہو گی۔ ایسا شخص اگر اپنی غلطی سے تائب نہ ہو گا تو وہ قابل مؤاخذہ اور سزا کا حقدار ہو گا لیکن مجتہد کی غلطی اگرچہ وہ بھی شیطان کی جانب منسوب ہے لیکن اس پر اللہ تعالیٰ مؤاخذہ نہیں فرماتا جیسا کہ احتلام اور نسیان وغیرہ جنہیں قرآن وحدیث میں شیطان کی جانب منسوب کیا گیا ہے اور جو قابل گرفت نہیں۔

لیکن جو شخص علم کے بغیر امور دین میں گفتگو کرتا ہے۔ تو وہ جھوٹا اور گنہگار ہے اگر چہ وہ اس غلطی کے علاوہ کتنی ہی نیکیوں کا مالک کیوں نہ ہو۔ اس کی وجہ شیطانی تصرف ہے جو ہر شخص پر اس کی شیطان سے مناسبت کے مطابق ہوتا ہے، انسان جتنا اللہ اور رسول کا مطیع ہوگا اس کے اعمال میں خلوص ہوگا اتنا ہی وہ شیطان سے دور ہوتا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ﴾ (الحجر: ٤٢)

''جو میرے مخلص بندے ہیں، ان پر تجھے کچھ قدرت نہیں۔''

اللہ کے مخلص بندے صرف وہی ہیں، جو اس کی عبادت اور فرائض ونوافل کی ادائیگی انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کے مطابق کرتے ہیں لیکن جو لوگ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کو چھوڑ کر اپنی مرضی کے مطابق عبادت کرتے ہیں وہ درحقیقت شیطان کی عبادت کرتے ہیں، اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے:

﴿أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يٰبَنِيْ اٰدَمَ أَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ إِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ وَأَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○ وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا أَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ○﴾ (يٰسٓ: ٦٠ ـ ٦٢)

''اے آدم کی اولاد ہم نے تم سے کہہ نہیں دیا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور یہ کہ میری ہی عبادت کرنا یہی سیدھا رستہ ہے اس نے تم میں سے بہت سی خلقت کو گمراہ کر دیا تھا تو کیا تم سمجھتے نہیں تھے۔''

جو لوگ شیطان کی پرستش کرتے ہیں، ان میں سے اکثر اس بات سے ناواقف ہیں کہ وہ شیطان کی عبادت کرتے ہیں، بلکہ وہ اپنے اعتقاد میں ملائکہ یا صالحین کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں۔ جو لوگ ملائکہ انبیاء وصالحین کو مشکلات میں پکارتے اور انہیں تعظیماً سجدہ کرتے ہیں دراصل وہ شیطان ہی کی پرستش کرتے ہیں اگر چہ وہ اپنے فاسد خیال میں اسے توسل کا نام دیتے ہوں یا وسیلہ اور شفاعت کا۔

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ أَهٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ○ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ○﴾ (سباء: ٤٠ ـ ٤١)

''اور جس دن وہ تمام انسانوں کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے فرمائے گا۔ کیا یہ لوگ تم کو پوجا کرتے تھے۔ وہ کہیں گے تو پاک ہے، تو ہی ہمارا دوست ہے، نہ کہ یہ بلکہ یہ جنات کو پوجا کرتے تھے اور اکثر انہی کو مانتے تھے۔''

اسی لیے:

((نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الصَّلٰوةِ وَقْتَ طَلُوْعِ الشَّمْسِ وَوَقْتَ غُرُوْبِهَا فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يُقَارِنُهَا حِيْنَئِذٍ))

''نبی کریم ﷺ نے سورج کے طلوع اور غروب ہونے کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس وقت میں شیطان اس کے ساتھ ہوتا ہے۔''

اگرچہ آفتاب پرست اپنے خیال میں سورج کی پرستش کرتے ہیں، لیکن دراصل ان کی یہ عبادت شیطان کے لیے ہوتی ہے۔

اسی طرح وہ لوگ بھی جو ستاروں کی دعوت دیتے ہیں ان کو پکارتے اور ان سے دعا ومناجات کرتے ہیں بوقت دعوت خاص قسم کے کھانے اور لباس پہنتے ہیں۔ مخصوص قسم کی دھونی دیتے اور مناسب حال تبرکات پیش کرتے ہیں۔ جن کی تفاصیل ''مشرقی'' نے اپنی کتاب ''سر مکتوم'' اور ''بونی مغربی'' نے اپنی تصنیف ''شعلہ نورانیہ'' میں پیش کی ہیں۔

یہ لوگ اپنے آپ کو عامل کہلاتے ہیں۔ ان پر خاص قسم کی روحوں کا نزول ہوتا ہے جو ان سے مخاطب ہو کر بعض غیبی امور کے متعلق اطلاع دیتی ہیں اور ان کی بعض حاجات کو پورا کرتی ہیں۔ اس بات کو وہ ''روحانیت کواکب'' کا نام دیتے ہیں جن کے متعلق بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ فرشتے ہیں درحقیقت یہ شیطان ہی کی کارگذاری ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ۝﴾

(الزخرف: ۳۶)

''اور جو شخص رحمان کے ذکر سے روگردانی کرتا ہے، تو ہم اس پر ضلالت کا ایک شیطان متعین کر دیتے ہیں، جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔''

''ذکر الرحمٰن'' سے مراد قرآن پاک اور سنت رسول اللہ ہے۔ جس کے متعلق اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ﴾ (البقرة: ۲۳۱)

''اور اللہ تعالیٰ نے تم کو جو نعمتیں بخشی ہیں اور تم پر جو کتاب اور دانائی کی باتیں نازل کی ہیں جن سے وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے۔ان کو یاد کرو۔''

دوسری آیت میں ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾

(آل عمران: ۱٦٤)

''واقعی اللہ نے اہل ایمان پر یہ بڑا احسان فرمایا کہ ان میں ان ہی میں سے ایک ایسا رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے، ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔''

ایک دوسرے مقام پر ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (الجمعة: ۲)

''وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول کو انہی میں سے اٹھایا جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے ان کی زندگی سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔''

یہ وہی ذکر ہے جس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۝﴾ (الحجر: ۹)

''بیشک یہ کتاب نصیحت ہم ہی نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔''
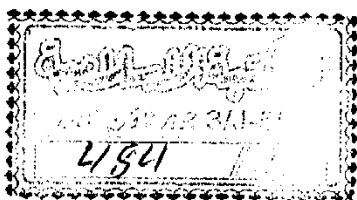
تارک کتاب وسنت

جو کوئی اس ذکر یعنی کتاب وسنت کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرے گا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ ایک شیطان اس کے ساتھ منسلک ہو جائے گا۔ اس کی پیروی کرنے کی بنا پر وہ اولیاء اللہ کی جماعت سے نکل کر اولیاء الشیطان کی جماعت میں داخل ہو جائے گا، بعض اوقات ایسے لوگوں کا عمل رضاءِ الٰہی کے مطابق ہوتا ہے اور بعض اوقات وہ شیطان کی مرضی پر چلنے لگتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر جو پہلو غالب ہو اسی کے احکام ان پر جاری ہوں گے۔

قلوب کی اقسام:

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ قلوب کی چار اقسام ہوتی ہیں:

① ایسا دل جس میں ایمان کی مشعل روشن ہو، یہ مومن کا دل ہے۔

② جس پر پردے اور غلاف پڑھے ہوئے ہیں، یہ کافر کا دل ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ وہ کہتے ہیں "ہمارے دلوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔" بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر مہر لگا دی ہے۔" اور اسی طرح جیسا کہ پہلے ذکر ہوا وہ آدمی جو تین مرتبہ نماز جمعہ چھوڑ دے۔

③ تیسرا الٹا اور اوندھا دل یہ منافق کا دل ہے۔

④ وہ دل جس میں دو مادے موجود ہوتے ہیں۔ ایک وہ مادہ جو ایمانی طاقت کو بڑھاتا ہے اور دوسرا جو اس میں نفاق پیدا کرتا ہے۔ جونسا مادہ غالب ہو گا اسی کا حکم جاری ہو گا۔

مسند احمد بن حنبل رحمہ اللہ میں اس مضمون کی ایک مرفوع حدیث بھی موجود ہے، صحیحین میں سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا اِذَا ائْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ)) (بخاری: باب علامة المنافق)

"چار خصلتیں ایسی ہیں جو کسی کے اندر یکجا ہوں تو وہ پکا منافق ہوتا ہے اگر کسی میں ایک خصلت ہو تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہو گی۔ (۱) جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔ (۲) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ (۳) جب معاہدہ کرے تو عہد شکنی

کرے۔ (۴) جب جھگڑے تو حد سے تجاوز کر جائے۔"

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے واضح فرمایا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ کسی دل میں ایمان بھی ہو اور ساتھ ہی نفاق کی خصلت بھی ہو تو ایک وجہ سے وہ اللہ کا دوست ہے اور دوسری وجہ سے دشمن۔

اسی بنا پر جو باتیں اس سے خلاف عادت ظاہر ہوں، ہوسکتا ہے کہ وہ اس کے ایمان اور تقویٰ کی وجہ سے کرامات اولیاء سے ہوں اور نفاق وعداوت کے نتیجہ میں احوال شیطانی ہوں۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہر نماز میں ان الفاظ سے دعا کریں:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ○ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ○﴾ (الفاتحة: ٥ـ٧)

"ہمیں سیدھا راستہ دکھا، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا جو مغضوب نہیں ہوئے، جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں۔"

"مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ" وہ لوگ ہیں جو حق کو جانتے ہیں مگر عمل اس کے خلاف کرتے ہیں اور ضَآلُّوْنَ وہ ہیں جو بغیر علم کے اللہ کی عبادت کرتے ہیں، جو لوگ خواہشات نفسانی کی پیروی کرتے ہیں یا اپنے ذوق اور وجدان کے مطابق عبادت کرتے ہیں حالانکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ طریقہ کتاب وسنت کے مخالف ہے تو وہ لوگ "مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ" میں داخل ہیں اگر وہ جہالت ونادانی کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں تو وہ گمراہ اور بھٹکے ہوئے ہیں۔

((نَسْأَلُ اللّٰهَ اَنْ يَّهْدِيَنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰئِكَ رَفِيْقًا، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ))

"اب ہم اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں سیدھا راستہ دکھائے، انعام یافتہ لوگوں کا راستہ، انبیاء وصدیقین، شہداء اور صالحین کا اور رفاقت کے لیے یہ لوگ کتنے اچھے ہیں، تمام حمد وثناء اسی کے لیے ہے جو کائنات کا رب ہے اور انجام کار پرہیز گاروں کے لیے ہے۔"

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ

❁❁❁❁

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

کی اصلاحی وتجدیدی زندگی کا واحد مشن یہ تھا کہ اسلام فکر وعمل کی جن بدعات کا شکار ہوگیا ہے اور اس کے صاف ستھرے عقائد وتصورات میں آلائش اور بگاڑ کی جو صورتیں ابھر آئی ہیں ان کو دور کیا جائے اور بتایا جائے کہ اصلی وحقیقی اسلام کا ان مزخرفات سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

ان کی ساری عمر اسلام کے رخ زیبا کو سنوارنے اور جلا بخشنے میں بسر ہوئی ہے۔ ان کی تگ ودو، ان کی تحریر و تقریر، اور غور وتعمق کا موضوع ہمیشہ یہ رہا ہے کہ اس سرچشمہ حیات کو کیوں کر اس انداز سے پیش کیا جائے کہ پیاسی اور تشنہ روحیں پھر سے تسکین حاصل کرسکیں۔ اور یہ واقعہ ہے کہ جس اخلاص، جس زور اور بلند آہنگی کے ساتھ علامہ نے تجدید واصلاح کے اس فریضہ کو انجام دیا۔ اس کی مثال نہیں ملتی۔

(مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ)